الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ

کیا ایمان داروں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں

ترجمان القرآن

عقاید اہل سنت

۵

مرتبہ

ابو محمد مصلح

حیدرآباد دکن

عالمگیر تحریکِ قرآن

مَن کانَ یرجُوا لقاءَ ربّہ فلیعمل عملاً صالحاً

جس کی دید اُس کی عید

مَن کانَ فی هٰذہٖ اعمیٰ فهُو فی الاٰخرۃِ اعمیٰ

نامۂ پاک و عمل کی جس کے لئے رسید ہے
دید اُسی کی دید ہے عید اُسی کی عید ہے

راضی برضا۔ "متصلح"

قصیدہ در وصفِ قرآنِ حکیم

(مولانا اصغر علی صاحب روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

نسبتی دارد بقرآن سنتِ خیر البشر
زاں میانِ ہر دو ربطِ شیر و شکر ساختند

اے کتاب اللہ اے کز آفتابِ حجتت
ظلمت آبادِ جہاں جانِ منوّر ساختند

سفلہ طبعانِ زماں را بیں کہ از راہِ غرور
حجتِ منزل را افسانہ باور ساختند

دادِ اے دورِ فلک کیں بے فروغانِ خرد
برقِ خرمن سوز را خورشیدِ انور ساختند

کاروانِ حکمت از ماکبِ قدم تسخیر کرد
منزلِ خوش منظرِ جانش مقرّر ساختند

در خصومت گاہِ ملت چوں بحق کردی نزول
حجتِ باطل پرستاں را مزوّر ساختند

تا تو در میدانِ استدلال پا افشردہٗ
عرصۂ گیتی ببرہانت مسخّر ساختند

رمزِ اجمالِ تو آمد جانِ پاکِ مصطفیٰؐ
نقشِ تفصیلت زمین تا چرخِ اخضر ساختند

لفظ و معنی ہر دو را کاساً دہاقاً گفتہ اند
تشنگاں را از زلالت کام و لب تر ساختند

معنیِ انساں کہ رمزے بود از علمِ قدیم
در حجابِ لفظِ تنزیلت مستّر ساختند

شانِ تو چوں چرخِ اعظم شد محیطِ عالمی
ہفت منزل را بسانِ ہفت اختر ساختند

گر ترا بے دولتاں نشناختند از گمرہی
اہلِ ایماں مر ترا با جاں برابر ساختند

تافتی چوں بر در و بامِ جہانِ آب و گل
مشرقِ خورشید جاں را رشکِ خاور ساختند

مرحبا اے کہفِ ملہوفیں کہ از لطفِ ازل
حامیانت حرزِ ہولِ روزِ محشر ساختند

اے پناہِ بے پناہاں ہادیِ گم گشتگاں
عاقلانت سوئے منزل گاہ رہبر ساختند

عقلِ جزئی در بنا بدگنو اعجاز ترا — عقلِ کلّی را بادراکش مصوّر ساختند

اے بحسنِ لایزالی بُرده دلها از دست — چون تو [illegible] چنیں زیبا چه دلبر ساختند

تو عیان تر از عیانی و نهان تر از نهان — اهلِ دل این وصف را نسبت بداور ساختند

مشکل از هر مشکل و آسان زهر آسان ولے — در وضوح و در خفا برتر ز برتر ساختند

آنچه از فیضِ ازل با انبیا بخشیده اند — بیگمان در بحرِ تنزیلش شناور ساختند

تشنهٔ گر چشمهٔ ماءِ معیں یا بدنشان — گو چه پاک است از شمر بار الملّة ساختند

بگذر از ردّ و قبولِ بحث نا ثبوتیان — کین دغل بازان غشش اندر بهی ساختند

خر مگس طبعان که خطے نیست شان از علمِ حق — فلسفه را بر مثالِ وحی از بر ساختند

وائے بر تیره درونان کز سرِ جهل و غرور — کیک مشت تا بیابهم پر تو خور ساختند

فلسفه گر راست خواهی فلسفه باشد ز ناس — اهلِ دانش خویشتن را بزار شر ساختند

تو چه دانی چیست قرآن ز معنی اے بے خبر — ستر این معنی بجانِ پاک مضمر ساختند

هیچ دانی چیست قرآن حجتِ دینِ متین — کز برائے محوِ باطل شکلِ خنجر ساختند

خود پرستانِ محرّف همچو احبارِ یهود — امر بالمعروفِ حق را نهیِ منکر ساختند

ایکه آگه نیستی از مبداءِ هستی هنوز — بر معادت از کجا مردِ خرد ور ساختند

حق بجبریلِ امیں داد - او با محمدؐ داد و ما — حبذا اسناد کز جرحش مطهّر ساختند

عقلِ جزئی بر نتابد وز همه صولتش — گوئی از شمشیر بارانش مخدّر ساختند

از تنگ فهمای نوجیران ملائک بر فلک — خود کی لا انفصامی را عجبر درخور ساختند

نوعروسی دان خرد از دودمانِ آگهی — کش ز شرعِ مصطفیٰ هر هفت زیور ساختند

بر نتابد کوه آثارش کو همت لے عجب — قلبِ پور آئینه را تا چه مظهر ساختند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ انقلاب کیونکر ہو؟

پچھلی دو صحبتوں میں "انقلاب عظیم کی ضرورت" اور "دنیا کے ہر گوشے میں انقلاب کی ضرورت" پر تفصیلی روشنی ڈالی جا چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ درحقیقت ان انقلابات کی اشد ترین ضرورت ہے اور یہ جب تک نہیں ہوتا موجودہ مذہبی اور اصلاحی جدوجہد سے وہ نہیں ہو سکتا جس کی ضرورت ہے۔

قرآن مقدس کی ہیبتناک ان کی آنکھ پر لگنے والے اور آگے بڑھنے والے کے لیے راستہ صاف ہے اور اب ایک ہی سوال باقی رہ جاتا ہے کہ "یہ انقلاب کیونکر ہو؟" اس میں کوئی شک نہیں کہ آج جو عام نظام جاری ہے اور جو روزمرہ انسانوں کے خیالات پر مستولی ہے اور آج جس طرح سے ذہنیتیں منقلب ہیں ان کو دیکھتے ہوئے اس کو بڑے عزم اور استقلال سے کام لینا ہوگا کیونکہ مقابلہ علماء اور سلاطین کا ہی نہیں بلکہ دوسری قسم کے سارے قومی اور ملکی کارکنوں سے بھی نمٹنا ہے اُن کے خلاف بھی جدوجہد کرنی ہے۔ ایک عالم سے اُن سب کے خیالات کو تبدیل کرنا ہے۔ اُن کے روزمرہ کو بدلنا ہے اُن کے سارے کئے ہوئے کاموں پر پانی پھیر دینا ہے یا حقیقی اصلاح کو اصل مقصد قرار دینا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں اور سطحی بات نہیں بلکہ دنیا اور دنیا والوں سے مقابلہ کرنے کی مصداق ہے۔

یہ ہوا عالم دنیا کی جو آج حالت ہے اُس کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اگر انبیاء و مرسلین کی بعثت مبارک کا سلسلہ ختم نہ ہوتا تو یقیناً کسی اولوالعزم نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت تھی تاکہ وہ ایک مرتبہ پھر دنیا کے اندر اپنی پیغمبرانہ طاقت سے انقلاب فرما دیتے مگر ہمارا ایمان و یقین ہے کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے کہ یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

دنیا کے اندر انقلاب کی ضرورت ہے اور ختم نبوت ہو چکی" اس لیے ہمیں اُس کا بدل تلاش کرنا ہے جو عالمگیر بھی ہو ہمہ گیر بھی ہو اور یقینی بھی ہو یعنی وہ انسانوں کے غور و فکر کا نتیجہ نہ ہو، انسانوں کی مدد کا محتاج نہ ہو بلکہ خدا کی طرف سے ہو اور اُس کو رُوح القدس کی تائید حاصل ہو۔

ان سب اوصاف سے متصف اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر ایک چیز اور صرف ایک چیز ہے جس کا نام "قرآن" ہے۔ وہ ایسی قوت ہے جو ہمالیہ سے بھی زیادہ قوی ہے اور جو اس سے ٹکراتا ہے وہ خود پاش پاش ہو جاتا ہے اور وہ ایسا سمندر ہے کہ جو کوئی اس سے مقابلہ کرتا ہے غرق ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید چونکہ ہمہ صفت موصوف ہے کیونکہ وہ ہمہ صفت موصوف خدا کا کلام ہے اور صفت ذات سے الگ نہیں ہو اکرتی پس اس کی صداقت کے ساتھ ہم اس بات کا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ اُس کے اندر خدائی طاقت موجود ہے اور وہ جس کے پاس ہوتا ہے خدائی طاقت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ تنہا بھی ہو تو تنہا نہیں ہے بلکہ اُس کے ساتھ ایسی ذات ہے جو خالق ہے، غالب و توانا ہے اور جس کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی اور ایسی ایسی انگنت دنیا۔ اور دنیا والے بھی اس کے ایک چشم ابرو کے اشارے تہس نہس ہو جائیں گے۔ (ان بطش ربك لشديد فعال لما يريد۔ والله يفعل من يشاء وغیرہ صرف اُسی ذات مبارک کی شان مبارک ہے۔

قرآن عالم بھی ہے اور معلم بھی اور عمل کی طاقت پیدا کر دینے والا بھی وہ جو کچھ دعویٰ کرتا ہے اُس کا خود ہی ثبوت بھی پیش کرتا ہے اور اُس کے نتائج کے برآمد ہونے کے لیے باہر سے کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی نادانوں کو وہ سب کچھ بخشدیتا ہے تہی دستوں کو مالا مال کر دیتا ہے ناتوانوں کو توانائی بخشتا ہے گرے ہوؤں کو اٹھاتا ہے سوتے ہوؤں کو جگاتا ہے پست کو بلند کرتا ہے اور مغلوب کو غلبہ بخشتا ہے۔

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے ان دعووں کے لیے قرآن مجید خود ہی ثبوت بھی ہے لیکن نئی روشنی والے اگر خارجی ثبوت بھی چاہتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی مبارک کا تاریخ کے صفحات پر مطالعہ کر سکتے ہیں کہ کس طرح

کم سے کم تاریخ پر تو ان کا ایمان ضرور ہے اگرچہ ہمارے لیئے ایمان بالقرآن کافی ہے۔

چونکہ ہر زمانہ کے لیئے خواہ وہ کسی قدر تہذیب و ترقی اور علم و اختراع کا حامل اور علم بردار ہو ان سب کے لیئے قرآن مجید ہی معجزہ، حکمت اور رہنما و میسر ہے اس لیئے جس طرح ہزاروں چیزوں کے تجربات کیئے جو گئے ہیں ایک تجربہ قرآن کے دعووں کے ثبوت کا اور سہی۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرتا ہے کہ آخر دنیا چل ہی رہی ہے اس قرآنی انقلاب کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اپنے سوال پر دوبارہ غور کرے کیونکہ حقیقت حال کے سمجھنے میں اس نے غلطی کی ہے اور اگر عقل و فہم نے اسکو معذور نہیں کر دیا ہے تو ہم بھی سمجھا دے سکتے ہیں اس کے لیئے ہمارے پاس وہ امر ہیں جس سے کسی بڑے سے بڑے دہریے کو بھی انکار کرنے کی مجال نہ ہوگی۔

دہریہ اگرچہ نہیں ملتا مگر عقل سلیم اور دنیا کا ایک بڑا حصہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ مخلوقات کا خالق کوئی ضرور ہے نظم عالم اور کائنات کا یہ عظیم الشان کارخانہ اور یہ ساری سلیقہ شعاریاں فوقیتیں اور اُن کا پورا ہونا، ایک سے دوسرے کا مربوط سلسلہ کسی ذات علیم و آمر مطلق اور فہم و ادراک سے وراء الورا ہستی کے ہاتھ میں ہے اور وہی خدا ہے۔

چونکہ نوع انسانی کے ہر فرد کا خالق خدا ہے اس لیئے وہی اس کا مستحق ہے کہ ان سے جو چاہے کام لے اور جن چیزوں سے چاہے روکے اسی غرض کے پورا کرنے کے لیئے قرآن ہے اس لیئے قرآن کے حکم پر سر جھکانا گویا اپنے پیدا ہونے کے مقصد کو اور پیدا کرنے والے کے منشا کو پورا کرنا ہے لہٰذا پہلی وجہ انقلاب کی یہی ہے کہ ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔

دوسری وجہ جو ایک دہریہ کے لیئے بھی کار آمد اور ضروری ہے وہ یہ کہ اگر خالق کے منشا و فرمان کے بموجب انسان زندگی بسر نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اپنی مرضی، جماعتوں کی رائے، پنچایتوں، عدالتوں کے فیصلے، اور حکومتوں کے احکامات کے سامنے سر جھکاتا ہے تو انسان ہو کر انسان کا محکوم بنتا ہے براہ راست یا بالواسطہ اپنے پیدا کرنے والے کا محکوم نہیں بنتا اور یہ بات انسانیت کے ارفع و اعلیٰ مرتبہ کے شایان شان نہیں۔ اسی نظریے کے دوسرے حصہ میں بڑی بات بھی پوشیدہ ہے کہ دنیا کی خواہ کوئی بڑی سے بڑی ہستی کی سلطنت اور قاعدہ قانون کی

تابع ہو اسکے تابع صرف دنیا تک محدود دین اور قرآن دنیا کے ساتھ ساتھ دین کے مرحلے بھی طے کراتا ہے یعنی دنیا کی بادشاہت بھی بخشتا ہے اور دوسری زندگی جس سے دہریہ کو بھی مفر نہیں یعنی مرنے کے بعد کی خوشحالی کو بھی بحال رکھتا ہے۔

اگر دہریہ کہتا ہے کہ ہم کو اسکی ضرورت نہیں تو اسکو کہنے دو کیونکہ وہ اپنا خالق اور اپنا آپ چاہتا نہیں ہے تاہم دنیا کی کثیر آبادی یہی چاہتی ہے پھر کون ہے جسکا دل نہیں چاہتا کہ اسکو ایک ایسی زندگی حاصل ہو جو اسکی مرضی کی ہو اور جسکی بہتری کبھی کم نہ ہوتی اور یہ معلوم ہو کہ اسکے لئے دنیا نہیں ہے کیونکہ مشاہدات اسکے شاہد ہیں ایک موت ہی کو دیکھو سارا مزا کرکرا کرنے کیلئے یہی کیا کم ہے برعکس اسکے قرآن جس دوسری زندگی کی خبر دیتا ہے اسکو کہتا ہے کہ جس طرح وہاں کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں اسیطرح وہاں موت بھی نہیں ہے کیونکہ موت کو موت آچکی ہوگی یا موت حیات کی شکل میں بدل جائیگی۔ دوسری دنیا کی نعمتیں اور زندگی درحقیقت انسانوں کی خواہشات کا عکس ہیں جو عام انسانوں کا جی چاہتا ہے اسکو قرآن دوسری دنیا میں پورا کرنے کا وعدہ کر رہا ہے پھر اس سے انکار کیوں؟ -

مشہور لطیفہ ہے کہ کسی دہریہ نے ایک خدا پرست سے پوچھا کہ دوسری دنیا کی بہار پر ایمان رکھنے سے کیا فائدہ؟ خدا پرست نے جواب دیا کہ سنو بھائی دیکھو اگر تمہارے عقیدے کے مطابق مرنے کے بعد کچھ نہیں ہے تب بھی خدا پرستی سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہو سکے گا ہمارے عقیدے کے مطابق جنت اور جنت کی بہاریں دنیا میں موجود ہیں تو اس وقت ہم تو جنت میں ہونگے لیکن تمہارا عقیدہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا۔ ؟

اس جملہ معترضہ کے بعد مجھکو پھر یہی کہنا ہے کہ دوسری دنیا کی بہتری کے جو کچھ وعدے قرآن مجید میں موجود ہیں وہ انسانی فطرت اور انسان کی دلی خواہش کے مطابق ہیں پس اس سے انکار اور محرومی حقیقی نعمت کا جب {ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر} میں کچھ اوپر کہہ چکا ہوں میں عالم نہیں ہوں تاہم چند باتیں بطور دلائل کے پیش کر دی گئی ہیں تاہم اس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا جو کچھ ترقی کر گئی ہے مجھکو علم نہیں ہے ان عالم کا مکمل نہیں ہے خدا کی مرضی کا پتہ لگانے والا نہیں ہے لہٰذا انقلاب عظیم کی ضرورت ہے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں انقلاب عظیم کی ضرورت ہے اور دنیا کے ہر گوشہ میں انقلاب کی ضرورت ہے اور یہ سوال بھی حل ہو چکا کہ "انقلاب کیونکر ہو" یعنی کہنا یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو کہ قرآن والی جماعت ہو قرآن کا عمر لیکر قرآن کی کشتی میں آگے بڑھے انتہائی عزم و استقلال کے ساتھ قرآن کو سامنے رکھکر ہر طرف سے آنکھ بند کر کے دوڑ جو ہر جب قرآن پر عمل پیرا ہو قرآن بھی اسکی خدمت میں رہیگا اور ان سب کے فراہم کرنے کے اسباب فراہم کردیگا جب یہ انقلاب عظیم برپا ہو تو سطح زمین پر حکومت الٰہی قائم ہو جائے، انسان عبد الٰہی بنتا کا جامہ پہن لے۔ اور دنیا محبت الٰہی سے ارضی بہشت بن جائے۔

عبرت

جوشؔ ۔ ملیح آبادی

اک گدا کی زبان پہ قرآن — واہ کیا شانِ کبریائی ہے
کل فروغِ حیات تھا جو کلام — مردنی اُس پہ آج چھائی ہے
جرسِ کارواں تھا کل جو سخن — آج آدِ شکستہ پائی ہے

کل جو قرآن تھا افسرِ شاہی
آج وہ کاسۂ گدائی ہے

ایمان اور قرآن

(ابو محمد مصلح)

اسلام کے اصول پہ ایقان ہی نہیں — ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان ہی نہیں
اگلوں کی آن اگلوں کی وہ شان ہی نہیں — راہِ خدا میں مٹنے کا ارمان ہی نہیں
جیتے ہیں اس طرح سے کہ مردے ہوں جس طرح — اجسام ہر طرف ہیں مگر جان ہی نہیں
کیا ذکر آج کا کہ نہیں خیر کل کی بھی — بنتی ہے جس سے قوم وہ سامان ہی نہیں

لے دے کے ایک چیز تھی وہ بھی نہیں ہے آہ!
یعنی کہ پاس آپ کے قرآن ہی نہیں

حبل اللہ

(مولانا محمد السورتی)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اور اللہ کی رسی کو سب متحد ہو کر مضبوط پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بن جاؤ

امم واقوام عالم میں جس قدر غور وفکر کیجیئے اور اُس کے اسباب ترقی وتنزل پر نظر دوڑائیے بالآخر اس نتیجہ پر پہونچنا ہوگا کہ ان سب کے اسباب علل متفرق تھے کسی نے دنیاوی اور ظاہری ترقی کی تو کسی نے روحانی اور باطنی ہر دو قسم کی جامع ترقی صرف "اسلام" میں پائی جاتی ہے جہاں دین ودنیا کو جسم وروح کی طرح یکجا کیا گیا جس کی تعلیم میں روح کی تربیت کے ساتھ جسم کی تقویت بھی ملحوظ رکھی گئی یہی وہ کامل قانون ہے جس میں ہر قسم کی اصلاح کے طریقے بیان کئے گئے ہیں اور ہر طریقہ کے واسطے متعدد نمونے اور مثلیں ساتھ ساتھ پیش کر دیے گئے ہیں تاکہ عمل کرنے والوں کے لیے پورا سامان مہیا ہو جائے اور کسی کے لئے توقف وتجسس کا موقع باقی نہ رہ جائے۔

اگر اسلام کی تعلیم کا لب لباب وخلاصہ مطلوب ہے تو آیہ واعتصموا بحبل اللہ پڑھو، اس کے مطالب پر نظر ڈالو، پھر اُس کو اپنی زندگی کا پائدار ومستقل دستور العمل بنالو!۔

"حبل اللہ" یہی قرآن مجید ہے، جو ہدایت کا مخزن، ترقی وفلاح کا منبع اور کمال انسانی کا بہترین مجموعۂ قوانین ہے۔

اعتصام بحبل اللہ سے اتحاد، الفت اور اخلاص پیدا ہوگا جو کسی امت وجماعت کی نشاءت وترقی کا ضروری جزو اور اصل اصیل ہے ہر ایک مسلم کے لیئے قوم، ذات، ملک وجہات کسی طرح اتحاد و

واجتماع کا اصلی سبب نہیں ہو سکتا، اس کے لئے صرف "قرآن" اور "اسلام" ہی وہ واحد سلسلہ ہے جس میں الفت و اخوت قائم ہو سکتی ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کی بدولت استحکام قوت حاصل ہو سکتی ہے۔

اعتصام کے ساتھ تفرق سے ممانعت فرما کر اس حقیقت کو واضح کیا گیا کہ محض ظاہری اتحاد و الفت کا دعویٰ، یا اسلام و قرآن پر عمل درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ صمیم قلب سے یہ کام انجام نہ پائے اور اس کی وجہ سے صحیح اخوت و اتحاد پیدا نہ ہو جائے۔ اگر اعتصام کے ساتھ تفرق و اختلاف ہے تو وہ اعتصام ہی صحیح نہیں، نہ اس کا اثر قلب و جوارح پر ہو سکتا ہے، نہ اس کا فوری نتیجہ (دینی و دنیوی ترقی) بر آمد ہوگا۔ یہی وہ مرض ہے جس سے نظام میں خلل اور نقصان واقع ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ لاعلاج بن جاتا ہے آج مسلمانان عالم میں یہی تفرقہ پردازی اپنا کام کر رہی ہے اسی کی بدولت تمام عملی قومی عمل اور اصلاح کی سعی بیکار ہو رہی ہے۔!

درحقیقت اگر اس علت کا کوئی علاج ہو سکتا ہے تو وہ یہی "حبل اللہ" کا اعتصام یعنی قرآن مجید کی طرف رجوع، اس کو اپنا حکم بنانا، اس کی اشاعت و تعلیم پر پوری قوت صرف کرنا اس کے واسطے بہتر سے بہتر اور آسان سے آسان طریقے اختیار کرنا یہ وہ نیک کام اور اعلیٰ ترین عمل ہے جس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب ذیل اعلان فرمایا:۔ "خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" اخرجہ البخاری وغیرہ۔ تم لوگوں میں وہ سب سے بہتر ہیں جو خود قرآن کا علم حاصل کریں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں"۔ پس اس ناطق فیصلہ کے بعد دنیا میں تعلیم قرآن سے بہتر کوئی عمل کیونکر ہو سکتا ہے!

حبل اللہ سے اعتصام بھی اسی وقت ممکن ہے جب اس سے واقف ہو، اس کے مطابق عمل کر سکے، اس کی مخالفت سے باز آئے، اور یہ سب باتیں بلا تعلیم ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نسخۂ کیمیا

(از جناب عبد القیوم انصاری۔ ڈیہری، صوبہ بہار)

اب یہ کہنے کا نہ وقت نہ اس کے اعادے کا حاصل کہ مسلمان کس کس مرض کے شکار ہیں!۔

مسلمانوں کی تنزّل کے اسباب و علل کیا ہیں؟ ان میں جہالت کیوں عام ہو رہی ہے؟ ان میں ملت کیوں مفقود ہے؟ جوش دینی اور ولولۂ مذہبی کی جگہ سرد مہری اور ریاکاری نے کیوں لی؟ عمل کی سرگرمیاں کیوں کر ٹھنڈی پڑ گئیں؟ "انما المؤمنون اخوة" کا سبق کیوں دماغ سے اتر گیا اور بغض و نفاق کا آپس میں کیوں بازار گرم ہے؟ جن کو نمونۂ خلقِ محمدی ہونا چاہیئے تھا وہ آج کیوں بداخلاقی کے سانچے میں ڈھل گئے ہیں؟ آج بھی ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن، ایک قبلہ کے ہوتے ہوئے اسلام میں تفرق اور فرقہ پسندی کیوں نمودار ہے؟۔

مریض اور معالجین بیماری کے ہر گوشہ و ریشہ سے واقف ہو چکے ہیں لیکن سوال یہ آن پڑا ہے کہ علاج ہو تو کیونکر؟ اور کس طریقے سے ہو۔ ہر معالج اپنے طریقہ کو عمدہ اور بہتر خیال کر رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے تجارت و زراعت ہی میں ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ نہیں حرفت و ہنر ہی بام ترقی کا زینہ بن سکتے ہیں۔ کوئی اشاعت و تبلیغ اسلام تو کوئی سوراج و آزادی ہی سے فلاح و بہبود کا یقین رکھتا ہے۔ کوئی تعلیم و تعلم تو کوئی ورزش اور ازدیاد قوتِ جسمانی ہی کو واحد ذریعۂ نجات سمجھے بیٹھا ہے۔ غرض جتنے دماغ اتنی رائیں جتنے منہ اتنی باتیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر چیز علیحدہ علیحدہ ہماری توجہ کی محتاج ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یا یکیک بھی ہمارے مرض کا اصلی علاج نہیں کیونکہ اصول علاج کے مطابق نہیں۔ مگر مریض جو حصولِ تندرستی کی آس میں جیتا ہے کبھی ایک حکیم کا نسخہ آزماتا ہے اور اگر اس سے فائدہ نہیں پہنچا تو گھبرا کر دوسرے کی بتائی ترکیب پر عمل کرنے لگ جاتا ہے لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی دوائے شفا نہیں بلکہ یہ چند علائی نسخے اور ٹوٹکے ہیں جنہیں ہم

اصلی معالجہ یعنی قرآن کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں پھر آخر علاج کیا ہو اور کیسے ہو؟ -

---

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت سے قبل قوم عرب کے پاس بظاہر اُن چیزوں میں سے کوئی چیز نہ تھی جن کو حصولِ سعادت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے نہ اس میں کسی طرح کا علم تھا نہ حصولِ علم کا کوئی ذریعہ نہ اُس کے پاس دولت تھی نہ حصولِ دولت کے اسباب اُس کے پاس طاقت تھی نہ حصولِ طاقت کے لئے ملک کی آب و ہوا مناسب تھی۔ ملک تھا نہ حکومت تھی نہ اتفاق تھا نہ یکجہتی تھی۔ ایک قوم تھی جو اگرچہ صورت میں انسان تھی مگر واقعتاً اُس کے اوصاف بہائم کے سے تھے نہ اس پر تہذیب و تمدن کا سایہ پڑا تھا نہ علم و ہنر کا آفتاب چمکا تھا۔ سارے ملک میں درندگی اور وحشیانہ پن کا دور دورہ تھا۔ یہ عرب کا نقشہ ہے کہ ابھی خورشید قرآن نے عرب کے تاریک ریگزاروں پر اپنی منور کرنے والی کرنوں سے ضیا پاشی نہیں کی تھی۔

لیکن اب قرآن پاک نازل ہو چکا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ضعیف اور خستہ حال تھے اور تعداد میں گنتی کے چند ہاتھوں میں نہ طاقت تھی نہ اچھے آلات حرب تھے۔ نہ کھانے کو روٹی تھی نہ جسم پر سالم کپڑے تھے ان کی کائنات لے دے کے جو کچھ تھی وہ یہی قرآن تھا اور بس مگر وہ اپنی ان تمام کمزوریوں اور ناداریوں کے باوجود اس قرآن کا علم لے کر اُٹھے۔ اِس کی تعلیم پر خود عمل کرنے کی کوشش کی اور سارے جہان کو اس پر عمل کی دعوت دی پھر نتیجہ کیا ہوا؟ -

فقط اس قرآن کی تعلیم کا اثر تھا کہ صرف بیس سال کے تھوڑے عرصہ میں عرب کے بت پرست وحشی جاہل لوگ دنیا میں سب سے زیادہ خدا پرست سب سے زیادہ متمدن سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور سب سے زیادہ طاقتور بن گئے۔ اسی قرآن کی تعلیم کا یہ معجزہ اور کرشمہ تھا کہ دنیا کی سب سے زیادہ زبردست قوم سمجھے جانے لگے ایران مصر اور شام کی قدیم اور قوی سلطنتیں ان کی طاقت کے سامنے جھک گئیں قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج ان کے قدموں تلے آگئے اور محض تھوڑی سی مدت میں عالم کا نقشہ بدل گیا۔ اس قرآن کی

تعلیم نے نہایت جلد ان درندوں کی سی خصلت رکھنے والوں اور وحشت و بربریت کے پیکروں میں ایسے کامل ترین اخلاق پیدا کر دیے کہ ایک طرف تو چند سال کے عرصے میں دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں نے متفقہ طور سے ان کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دیا اور دوسری طرف وہ سب سے زیادہ خدا پرست بن گئے اور ایسے زبردست خدا پرست کہ خدا کے احکام کی تعمیل کے لیے وقت اور دولت کی تو حقیقت ہی کیا۔ نہایت گرمجوشی اور مسرت سے جان دینا اپنی بہترین سعادت اور کامیابی سمجھنے لگے۔

ہماری مذہبی کتاب کی تعلیم تو ایسی ہے کہ غیر مذہب والے بھی اس کے ان اوصاف کے قائل ہیں کہ اس پر عمل کرنے والے سب سے زیادہ مہذب سب سے زیادہ متمدن اور سب سے زیادہ کامیاب و کامران ہوں گے۔ اس تعلیم کا تجربہ ہو چکا ہے اس کے نتائج مشاہدے میں آ چکے ہیں۔ باوجود اس کے یہ تعلیم اب بھی قرآن میں موجود ہے اور ہم نہایت خراب و خستہ حالت میں ہیں ہم مریض ہیں اور تمام دنیا میں نہایت پست اور کمزور ہیں۔ آخر کیوں؟۔

سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کو اس طرح سمجھ کر پڑھنا چھوڑ دیا ہے جس طرح سمجھ کر پڑھے جانے کا وہ مستحق ہے اس کا بدیہی اور لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم قرآنی احکام سے غافل ہو گئے جوشِ عمل مفقود ہو گیا حقیقی ولولۂ دینی اور روحانیت میں کمی آ گئی اور ان اسباب سے خلوص جاتا رہا اور اخلاق تباہ ہو گئے اور اخلاق کے ماؤف اور خلوص کے معدوم ہو جانے سے ہم کوئی کام بھی کماحقہٗ سرانجام دینے کے قابل نہیں ہے۔ تمام دنیاوی سعادت کا راز انہیں تعلیمات الٰہیہ کے اندر پوشیدہ ہے ان پر عمل موجبِ رحمت و رافتِ الٰہی اور ان سے اعراض موجبِ شقاوت و ضلالت جب مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم پر عمل کیا تو ان کے لیے تمام سعادتیں مخصوص تھیں لیکن جب تعلیم صرف زبانی اقرار تک محدود ہی عملی اتباع سے بے پروائی ہو گئی تو ہم

قسم کی نحوست اور بدبختی اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے، مسلمانوں کا ایک حصہ تو قرآن مجید کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہے اور دوسرا حصہ اس تریاق کو غلط طریقے سے استعمال کر رہا ہے کیونکہ آج بہت سی جگہوں میں قرآن کی تعلیم ہی نہیں دی جاتی اور جہاں دی بھی جاتی ہے تو وہ قرآن کی حقیقی تعلیم نہیں ہوتی ہمارے اسلامی مدرسوں میں یہ دردناک منظر دیکھا جا سکتا ہے جہاں عام طور پر تقریباً سارا وقت صرف نحو اور منطق وغیرہ فنون کی تکمیل میں صرف کرایا جاتا ہے اس لیے قرآن پاک کی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی حاصل نہیں ہوتا

قرآن کی تعلیم کچھ مشکل نہیں جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اس کے طریقے قرآن نے خود بتلائے ہیں۔ سب سے بہترین اور سب سے آسان طریقہ حصول تعلیم کا جو بتلایا وہ یہ ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ — تمہارے لیے پیروی کرنے کو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

اس لیے قرآن حکیم کے معنی و مطلب سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بطور نمونہ ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ؟ — ہم نے قرآن کو لوگوں کی نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے۔؟

دوسری جگہ فرمایا:۔

غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ — اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں تاکہ لوگ ڈریں۔

ان ارشادات الٰہی سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی تعلیم بالکل سہل ہے اور یہ کہ قرآن کسی خاص طبقہ یا صرف علماء و فضلاء ہی کے لیے نہیں آیا ہے بلکہ یہ اپنے مخصوص انداز میں فرداً فرداً ہر بنی آدم کو دعوت عام دے رہا ہے کہ "آؤ آسانی کے ساتھ میری تعلیم حاصل کرو کیونکہ مجھ میں کسی طرح کی دشواری اور پیچیدگی نہیں"۔ اس کے بعد کیا اب بھی کسی حیلے بہانے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ -

یورپ اور قرآن

از جناب ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب (لندن)

(مترجمہ مولوی عزیز احمد صاحب بی-اے)

مجلس تحریک قرآن مجید ممالک غیر کے ماہانہ اجلاس (مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۵۱ھ) منعقدہ "سیف گلشن" دولتکدہ نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان العلما صدر مجلس کو رکی اس تقریر کا ترجمہ جو الحاج جناب نواب فخر یار جنگ بہادر معتمد فینانس کی صدارت میں جناب مولانا ڈاکٹر خالد شیلڈرک پریسیڈنٹ ویسٹرن اسلامک اسوسی ایشن (لندن) نے بزبان انگریزی عرض میں تعلیم یافتہ جماعت کے سامنے کی تقریر اصل پہ انہیں پمفلٹ کی شکل میں الگ سے شائع ہو چکی ہے تاہم ضرورت تھی کہ اردو کا جامہ بھی پہنا دیا جائے تاکہ خصوصیت کے ساتھ تقریر کے ان ہر دو حصہ کی ایک مرتبہ پھر تکرار ہو جائے جس میں غیر مسلموں کے ترجمہ کی لائی ہوئی آفت اور خاص کسی مسلم کے ترجمہ قرآن کی جلدیں بطور امداد کے یورپ میں پہنچانے کی تجویز پر غور کرنے اور اس میں شریک ہونے کا ناظرین ترجمان القرآن کو بھی موقع مل سکے۔ مجھے اپنے اسلامی بھائی مولانا ڈاکٹر خالد شیلڈرک صاحب کی تجویز سے پوری ہمدردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے ذریعہ سے قرآن مقدس کی مجلدات بکثرت یورپ میں پہنچ جائیں۔ (مترجم)

جنابِ صدر اور برادران!

آپ نے مجھے یہ درخواست کر کے عزت بخشی ہے کہ میں بحیثیت ایک مغربی باشندے کے قرآنِ پاک کے متعلق اپنے خیالات آپ کے سامنے پیش کروں میں نے اس مقدس کتاب کے متعلق ۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۳ء میں مسٹر سیل کے ترجمے سے کچھ معلومات حاصل کیں لیکن مجھے اس سلسلے میں سب سے پہلے کہہ دینا چاہیئے کہ جب میں نے صاحب موصوف کا لکھا ہوا طولانی دیباچہ پڑھا تو پہلی سورہ کی تلاوت سے پہلے ہی اصل متن سے کچھ نفرت سی پیدا ہو گئی کیونکہ دیباچہ میں اس مقدس کتاب کو کچھ تو انجیل کی نقالی اور کچھ عرب کی نقالی روایتوں کا مجموعہ بنا کر پیش کیا گیا تھا۔ سیل کے بیان کے مطابق قرآن عربی ادب کی ایک معمولی کتاب کی شکل میں پیش

کی ہوئی چیز ہے جس کی معاشرتی اور مذہبی نقطۂ نظر سے کوئی قدر و قعت نہیں۔ سیل صاحب نے متن کی بہت سی غلطیاں تبلانے کی کوشش کی ہے اور پیغمبروں کے متعلق عموماً اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خصوصاً پراگندہ اور نامکمل چٹکلے بھی بیان کئے ہیں۔

بہر حال میں نے متن کا مطالعہ شروع کیا اور پہلی ہی سورۃ کے پڑھنے سے مجھ پر ایک کشف کا عالم طاری ہو گیا۔ میں اظہار خیال کی پاکیزگی سے بے انتہا متاثر ہوا اور اس عظیم الشان دعا کے ساتھ جسے اب میں اپنی روزانہ نمازیں دہرایا کرتا ہوں اپنی ذات کو بالکل ہم آہنگ پایا۔ اس کے بعد جب دوسری سورہ پر پہنچا تو مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں نے اس کی ابتدائی چند آیتوں سے اسلام کی رُوح پر ادراک حاصل کر لیا ہے عمل اور ایمان میرے خیال میں سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتوں کا صحیح مفہوم ہیں۔ پھر میں ایک ایسی آیت پر پہنچا جس سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ اسلام اور صرف اسلام ـــــ ہی ایسا مذہب ہے جو دُنیا میں صحیح بات اخوت اور ہمدردی کی نشر و اشاعت کا حامل ہے۔ اور جو دوسرے مذاہب سے تعارض نہیں کرتا۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔ ان الذین آمنوا والذین ہادو و النصٰری والصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اس سے مجھے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اسلام میں خدا کا تصور کسی ایسے ایک قبیلہ کے چھوٹے دیوتا کا نہیں ہے جو ایک مختصر سے گروہ کے لئے جسے وہ اپنے معتقدین کا گروہ سمجھتا ہو لڑتا جھگڑتا نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کا خدا عامۃ الناس کا خدا ہے جو بحیثیت مجموعی سابق بھی ہے اور اُن کا رازق بھی۔ اس سے مجھے قرآن کریم کی پہلی سورۃ کا جملہ رب العلمین یاد آ گیا جس کے معنے تمام عالموں کا پیدا کرنیوالے اور پالنے والے کے ہیں۔ گویا اسلام بحیثیت ایک فطری مذہب کے ہمارے اس مختصر سے پیاری زمین تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ وہ اُن تمام مخلوق کا پیدا کرنیوالا اور نگہبانی کرنیوالا ہے جو ان بے شمار ستاروں میں موجود ہیں جو ہمارے نظام شمسی کے علاوہ جو لاتعداد نامعلوم نظام ہائے شمسی کے اطراف گردش کر رہے ہیں۔ اور دراصل یہی اس عقل کامل اس عظیم صناع اس ذات لامتناہی کا صحیح

مفہوم ہے جو تمام خلاء و ملاء پر محیط اور حاوی ہے۔ اور صرف یہی الفاظ اس خدائے بزرگ و برتر کو سمجھنے کا صحیح نقطۂ نظر پیش کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اس کے بعد میں نے پڑھا "وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ" جس میں یہ نقطہ سمجھایا گیا ہے کہ فاصلہ، وقت، مقام اور قوم کی تعریفیں بے حقیقت ہیں اور یہ کہ صفات خداوندی ہر سمت کو گھیرے ہوئے ہیں ان امور کے ساتھ ساتھ ظاہر کی ایک ایسی عملی شکل کی بھی ضرورت ہے جو صحیح روحانی عبادت کی ہدایت کی جس سے مسلمانوں کا آفتاب پرست یا بت پرست فرقوں کی طرح بننا ناممکن ہو جاتا ہے وہ آیت یہ ہے۔ وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ۔ اس آیت شریف کے پڑھنے کے بعد میری آنکھوں کے سامنے ان لوگوں کا ایک نقشہ کھنچ گیا جو شمال، جنوب اور مشرق و مغرب ہر چہار سمت سے ایک مرکز کی جانب اپنا رخ کئے ہوئے ایک عظیم الشان حلقہ بنائے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ایک غیر مرئی ہستی کی عبادت اور تخیل کے متعدد اظہار کی قوت کو سمجھ سکتے ہیں نیکی کے اس زبردست حلقہ کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ پھر آیت ۱۷۷ میں یہ نظر آیا کہ اگرچہ ہمارے لئے بعض مقررہ احکام کی تعمیل ضروری ہے مگر یہ نہیں چاہئے کہ اپنی عبادت کو بے جان اور بے معنی اشاروں یا اقوال کی پست صورت ہونے دیں جیسا کہ ارشاد ہوا لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اتقی سے ظاہر ہے کہ ہمیں اس ایک آیت میں خالق اور مخلوق دونوں کی خدمت کرنے کی تاکید کی گئی ہے اس لئے کہ ایمان بغیر عمل بے کار کہا جا رہا ہے۔ مجھے اس موقع پر محسوس ہوا کہ اسلام روحانی اور اخلاقی ہر دو نقطہ ہائے نظر سے ہر مرد اور ہر عورت کی رہنمائی صراط مستقیم پر کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اب مجھے سیل، میور اور دیگر یورپین مؤلفین کی نیتوں میں شبہ ہونے لگا

میں نے قرآن مجید کی چند آیتوں کا ترجمہ اس کتاب میں پڑھا جو مسیحی تعلیمات کی نشر و اشاعت کی مجلس کی جانب سے شائع ہوئی تھی اور جس کا نام قرآن تھا میں نے یہ دیکھا کہ اس ترجمہ میں ایک پیشہ ور مبلغ اور پادری نے سیل کی مکاریوں کا اعادہ کیا ہے۔ چنانچہ اب میرے لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں نہایت

احتیاط کے ساتھ ترجمہ کا مطالعہ کروں۔ اس لئے کہ میرا دل اس مقدس کتاب سے ایک درکنے والے مذہب کے تحت متاثر ہو رہا تھا۔ آگے چل کر مجھے یہ پڑھا کہ موجودہ تمدن کی دو بدترین لعنتیں یعنی شراب اور قمار بازی اس عظیم الشان کتاب میں قطعی طور پر ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ اس بارے میں اس کے احکام دوسری جملہ مذہبی کتابوں کے متضاد احکام کے بخلاف بالکل واضح اور بیّن ہیں۔ مجھے ہر اس موقع پر قرآن پاک کے اس تفوق کا احساس ہونے لگا جو اُسے اپنے پیشتر و صحائف آسمانی پر حاصل ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں سے انسانوں کے تنزل اور تخریب کے دو بدترین ذرائع معدوم کر دیئے گئے ہیں۔

یہاں میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس مختصر سی تقریر میں ہر آیت اور ہر سورہ کے متعلق اظہار خیال کروں بلکہ میں صرف قرآن شریف کی اُن خوبیوں کا تذکرہ کروں گا جن سے میں بے حد متاثر ہوا۔ اس وقت تک میں نے مسلمانوں کی لکھی ہوئی ایک کتاب بھی نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی کبھی مسلمان سے ملاقات یا مراسلت کی تھی۔ میں دائرہ اسلام میں نصرانی تصانیف کے توسط سے اُس توفیق کی وجہ سے داخل ہوا جو خدا نے مجھ میں ودیعت کی تھی نیز یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ میں اس زمانہ میں تن تنہا تھا۔ ضلالت کی قوتیں مجھے گھیرے ہوئی تھیں میرا ایسا کوئی دوست یا ہمنوا نہ تھا جو مجھے صحیح راستہ بتلاتا یا میرے مطالعہ میں حوصلہ افزائی کرتا۔

اس کے بعد میں نے آیت الکرسی کی تلاوت کی جس میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ اور پاکیزہ ترین تصور نظر آئی۔ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مطالعہ قرآن کے ابتدائی درجہ میں ہی مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ درحقیقت یہی وہ کتاب ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ ایک مغربی باشندے کے دل پر آیت الکرسی کے الفاظ یقینی اور مانوس آواز کے ساتھ نہایت اثر کرتے ہیں۔ اور اس ایک آیت میں ایک اوسط فہم کے آدمی کے لئے بھی خدا کے تصور کا وہ خلاصہ موجود ہے جسے ہر فرد سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کے لفظ کے پردے میں وہ روحانی رشد و ہدایت موجود ہے جس سے اہل بصیرت صبر و سکون اور روحانی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔

آیت الکرسی کے بعد ہی ایک اور آیت ہے جس میں تحمل اور رواداری کا ملا حکم موجود ہے جو

آج تک کسی مذہب کی جانب سے انسانیت کو عطا نہیں کیا گیا یعنی لا اکراہ فی الدین۔ کائنات میں کوئی ایسی شریعت موجود نہیں ہے جو کسی ایسی کتاب پر فخر کر سکے جس میں ضمیر کی اس قدر مکمل آزادی کا اعلان موجود ہو اور میرے خیال میں صرف اسی ایک آیت نے ہر زمانے میں کروڑوں انسانی جانوں کو بچا لیا ہے مسلمانوں پر یہ لازم گردانا گیا ہے کہ وہ تبلیغ کریں اور ان لوگوں کے ساتھ تحمل اور رواداری کا برتاؤ کریں جو ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ اقتدار کے باوجود انہیں یہ نہیں چاہئے کہ کسی سے بجبر اسلام کو منوائیں اور میری نظر میں صرف یہی ایک واقعہ کہ آج ہم ایک ایسی ریاست میں ہیں جس کا فرمانروا ایک مسلمان ہے اور اس کے باوجود اس کی رعایا کی اکثریت غیر مسلموں کی ہے جو ہمارے مذہب کی حیرت انگیز قوتِ رواداری کا بہترین ثبوت ہے۔ میں نے گولکنڈہ کا قلعہ بھی دیکھا ہے جس میں ہندوؤں کا مندر موجود ہے۔ پھر صدر اعظم بہادر کو ہی لیجئے جو مسلم کے پیرو نہیں ہیں جن سے مجھے متعدد مرتبہ گفتگو کرنے کی مسرت حاصل ہوئی اور جنہیں ہر شخص عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ میں بغیر کسی مزید تفصیل کے اس عظیم الشان ریاست حیدرآباد کے خاص خاص واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہوں جہاں پہنچکر میں بے حد خوش و خرم ہوں اور جس کی عنانِ حکومت ایک روشن خیال اور پرہیزگار فرمانروا کے ہاتھ میں ہے اور جس نے مجھے کچھ عرصہ قبل قصرِ شاہی میں شرفِ تکلم بخش کر میری بے حد عزت افزائی فرمائی جو کہ متذکرہ آیت کا زندہ نمونہ ہیں ساورکہ ان کا ابرِ کرم بلا تفریق مذہب و ملت ان کی جملہ رعایا پر سایہ فگن ہے۔ کاش آج دنیا میں ان کے جیسا اور فرمانروا بھی ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ اس صورت میں یہ کائنات زیادہ حیرت انگیز سکون کی جگہ ہوتی۔

حضرات! آپ اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مجھ جیسے مبتدی کے لئے اسلام کی حقانیت سمجھنے میں کن کن دشوار گزار منزلوں سے گزرنا ہوا ہوگا۔ مجھے اسلام پر بذاتِ خود غور کرنا پڑا اور اس راستہ میں قدم کو ٹھیر ٹھیر کر اٹھانا پڑا۔ اس لئے جن تصانیف نے میری رہبری کی ان میں اسلام کے خلاف کوٹ کوٹ کر مواد بھرا ہوا تھا۔ ان میں بالخصوص ایک ایسے شخص کا ترجمہ بھی تھا جس نے اپنی تمام کوششیں اس امر میں صرف کر دی ہیں

اس کے قارئین کے دل متن کے مطالعے کے قبل ہی اس کے خلاف نفرت کے جذبات سے لبریز ہو جائیں۔

حضرات! آپ یہ باور فرما لیجئے کہ میں نے بہت قبل یہ امر تسلیم کر لیا تھا کہ قرآن پاک ہی وہ مکمل اور صحیح مقدس کتاب ہے جس کی مجھے تلاش تھی لیکن اس کے بعد سے کلام ربانی کا بہتر ادراک کے ساتھ مطالعہ شروع کیا اور ہر مرتبہ اس کی نئی نئی خوبیوں سے حیرت زدہ ہو گیا ہوں اور جواب بھی مجھ پر ہر روز آشکار ہوتی رہتی ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی عمارت میں برقی روشنی کی ایک لہر دوڑا دی جائے جو منزل بمنزل اس کو منور کرتی جاتی ہے اور جیسے جیسے ہم اپنے ادراک میں ترقی کرتے جاتے ہیں ہماری آنکھوں کے سامنے نئے نئے خزانے کا انکشاف ہوتا جاتا ہے۔ قرآن شریف کے مطالعہ میں میری بالکل یہی کیفیت آج تک ہے۔

قرآن مقدس کے متعلق جو ہم مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے اور جس میں ہماری رہنمائی کے لئے ہدایات ربانی موجود ہیں۔ ایسی ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں مجھ سے بہتر انشا پردازوں نے اس صداقت سے لبریز لافانی کتاب کی لاکھوں اور کروڑوں خوبیوں اور عظمتوں پر خامہ فرسائی کی ہے۔ میں ان مشہور اور معروف مسلمان اہل قلم اصحاب کے بیان کردہ نکات اور تعریف کی برابری کا دم نہیں بھر سکتا۔ میں تو صرف ایک ایسے ناچیز طالب علم کی حیثیت سے خیالات کو پیش کر سکتا ہوں جس نے اپنی پرآشوب زندگی میں احکام ربانی کو سمجھنے کی رفتہ رفتہ کوشش کی ہو۔

اب میں آپ کے سامنے اپنی مقدس کتاب کے متعلق مغربی نقطۂ نظر کو پیش کرنا چاہتا ہوں میں اس سے قبل سیل کے ترجمہ کا ذکر کر چکا ہوں اس کے علاوہ پادری راڈویل کا ترجمہ بھی ہے جس کا اسلوب بیان زیادہ تر شاعرانہ ہے لیکن سورتوں کو اس عجیب و غریب طریقہ سے ترتیب دیا گیا ہے کہ طالب علم اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ راڈویل کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے اپنے ترجمہ میں سورتوں کی ترتیب ان کے نزول کے اعتبار سے کی ہے اس ترجمہ کے نئے ایڈیشن میں عربی زبان کے مشہور پروفیسر مارگولیتھ کی لکھی ہوئی ایک تمہید بھی شائع ہوئی ہے جو اگرچہ سیل کے دیباچہ کی طرح طولانی تو نہیں ہے لیکن قرآن مجید کے خلاف تعصب سے لبریز ہے ایک

زمانہ میں یہ ایڈیشن کافی مقبول تھا لیکن اب یہ شاذ و نادر ہی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پامر کے ترجمہ کا نسخہ ایک سادہ درجے کے طالب علم کے لئے بہت
قیمتی تھا لیکن اس کو دوسری مرتبہ شائع کیا گیا ہے اور اب اسکی قیمت دو روپیہ فی جلد ہے۔ یہ نسخہ اکثر آجکل کانوں میں نظر آتا ہے۔ باینہمہ حقیقت یہ ہے کہ نظر انداز
نہیں کیا جا سکتا کہ نہ اس کو نہ ہی ترجمہ بھی اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ مترجم نے قرآن پاک کو ایک ایسی عربی کتاب تصور کیا ہے جو ایک نیم مذہبی نقطۂ
نظر سے لکھی گئی ہو اور جسے انجیل سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ مرزا ابوالفضل الہ آبادی کا ترجمہ ہے جو انگلستان میں دستیاب نہیں ہے۔ مولانا محمد علی
لاہوری کا ترجمہ ہے جسکو انگلستان میں اکثر مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ آخر الذکر ترجمہ دو ایڈیشنوں میں شائع ہوا ہے انجمن احمدیہ لاہور اور دفتر اشاعت مسجد
ووکنگ کی جانب سے ہوئی ہے۔ اس ترجمے کے ایک ایڈیشن میں جو زیادہ قیمتی ہے ترجمہ کے ساتھ عربی متن بھی موجود ہے اور ایک دوسرے چھوٹے ایڈیشن میں
صرف انگریزی ترجمہ و نوٹس دئیے گئے ہیں۔ ان حالات کے تحت یہ امر نہایت ضروری تھا کہ ایک ایسا ترجمہ شائع ہو جو نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ انگریزی بولنے
والے ممالک کے باشندوں کو بھی مطمئن کر سکے اور وہ ایک ایسے شخص کا کارنامہ ہو جو اہل مغرب کی نظر میں بھی ایک مشہور ادیب کی حیثیت رکھتا ہو اور خود بھی
ایک ممتاز مسلمان ہو۔ اسلامی تخیل کے نقطۂ نظر سے لفظی ترجمہ بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ اس لئے عربی متن کے مطالب کی باریکیوں کو بعینہ منتقل کرنا ناممکن نظر آتا
ہے اور ناممکن تمام سامعین کو بھی جبکہ حامل قرآن پاک کا ہر لفظ کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا بھی انسانی طاقت سے باہر ہے۔ ایک ایسے شخص نے جسکا
مشرق و مغرب دونوں میں احترام کیا جاتا تھا اور جسکی متعدد تصانیف ہر شخص کے مطالعہ میں ہیں جو بلاشبہ زمانہ موجودہ کا عربی کے بہترین عالموں میں سے ایک اور ادیب
مانا جاتا ہے اور جو خود مسلمان بھی ہے اور جسکی بنا پر ہمارے مقدس کتاب کے معانی کا احترام کی صحیح جذبہ کے ساتھ پیش کرنے کی قابلیت رکھتا ہے اس نے
سالہا سال کی محنت و عرق ریزی کے بعد ایسا ترجمہ شائع کیا ہے جس نے انگریزی زبان میں معیاری حیثیت حاصل کر لی ہے۔ حضرات! ان مقاصد کے علاوہ مسٹر
پکتھال نے جس مہربانی سے استفادہ کرنیکی منظوری دی ہے کیونکہ کتاب چھپ دی ابھی طرح واقف ہیں۔ ہم اس موضوع کی تالیف قرآن عظیم کے معنی ایک ایسے زمانہ
میں شائع ہوئی ہے جب اسکی شدید ضرورت تھی۔ اس ترجمہ کی اکناف عالم میں تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ شکر کا مقام ہے کہ آخر کار ہماری
مقدس کتاب کا انگریزی زبان میں ایک ایسا ترجمہ موجود ہو گیا جسکو علم و عمل کیساتھ نہایت سادہ کیا ہے اور ہر شخص کو پڑھنے کیلئے دے سکتے ہیں۔ ہمیں اب تشریح کی بالکل
ضرورت نہیں ہے کہ مولانا موصوف نے متن کا اصل بگاڑ دیا یا اس میں مختلف قسم کی غلطیاں سرزد ہوئیں۔ بدیں وجہ اس ترجمہ کو منصفانہ تنقید کی روشنی میں بھی
پڑھا جا سکتا ہے۔ الغرض مسٹر پکتھال نے ایک ایسی تالیف مرتب کی ہے جو موجودہ زمانہ کی ضرورت کو بخوبی پورا کرتی ہے اور جو مغرب کو قرآن مجید کے مطالعہ کیلئے ایک
محرک ثابت ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں مجھے ایک یہ تجویز پیش کرنے کی اجازت ہو کہ میں عرض کروں کہ میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کو اس تالیف کے متعدد نسخے خرید کر دینے چاہئیں تاکہ مغرب کے
جو انگریزی بولنے والے ممالک کے کتب خانوں میں طالب علموں کے استفادہ کیلئے دستیاب ہو سکیں۔ اس طریقہ سے یہ ممکن ہو جائیگا کہ قدیم ترجموں کی جگہ یہ نیا ترجمہ لے سکیگا

فصیح و بلیغ اور بے عیب انگریزی میں شائع ہوا اور جیسے ہی قرآن مجید کے معلومات کی توسیع میں مدد ملے گی۔ بہر حال تذکرہ یہ اطلاع بھی بیک آپکی دلچسپی کا باعث ہوگی
کہ اول سال میں ہی فوراً ہم محبس کے حاکم نے مجھے قرآن شریف کے ترجمہ کے نسخے ان مسلمانوں کے استعمال کیلئے طلب کیے جو ان میں قید تھے چنانچہ یہ نسخے روانہ کر دیئے گئے اور انکی
رسائی بھی حاکم مذکور اور طالب علموں نے فرداً فرداً جیل کے کمشنر محابس کی جانب سے وصول ہوگئی۔ اب میں ایک ایسی چیز کا ذکر کرتا ہوں جس کی ضرورت بہت محسوس
کی جا رہی ہے۔ برطانیہ عظمیٰ میں اس وقت تقریباً تین لاکھ مسلمان آباد ہیں جو جزائر برطانیہ کے اکثر حصوں میں مقیم ہیں۔ یہ ان مختلف گروہوں سے ہر فرد اکثر و بیشتر ملکر
اور حتی المقدور ایک مدرسہ کے اخراجات برداشت کرتا ہے۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ بعض بچوں کو سفر کرنا پڑتا ہے اور سینکڑوں میلوں کی مسافت چند مہینوں میں طے کرنی پڑتی ہے اس دوران
میں مسلمان مرد اور عورتوں کی تعلیم کیلئے قرآن شریف کا ایک مستند ترجمہ کا مجموعہ جس سے ہر وقت استفادہ کیا جاتا ہے بلند زندگی کی شدید کشمکش نے ان لوگوں کیلئے مطالعہ میں وقت صرف کرنے کو ناممکن کر دیا ہے
جس کے باعث ہمارا ایک بہت ہی اہم مسئلہ سا لیقہ ہوگیا ہے۔ لوگ عربی زبان کی پوری طرح تعلیم نہیں پا سکتے ہیں لیکن تمام عربی پڑھ سکتے ہیں اور جس حد تک اسکے مطالب و معانی کو
بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اب سوائے صرف قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کے نسخہ کا ہی جس کا ان لوگوں کو پڑھنا ہوتا ہے اور بچوں کی تعلیم کیلئے ضروری ہے۔ انگریز عورتوں نے جو کہ قرآن مجید کے
نسخوں اور نو مسلمانوں کے دیگر فرائض کے متعلق انگریزی میں بعض کتابوں کا مجموعہ سلسلہ شائع کیا جاتا ہے اس سلسلے میں جو اپنی حقیر استطاعت کے مطابق ان مطالب کو پورا کرنیکی کوشش کی ہے
لیکن کتابچے جو تقاضوں کو پورا کرتی ہیں نہایت ضروری ہیں۔ یہی انجمن کی شان ہے کہ ایسا کام سر انجام پائے کہ مملکت کے ہر فرد و بشر کو اور دیگر مقامات میں قائم مسجدوں میں اس قسم کے
سلسلہ مقالے ہوتے رہتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ خداوند تعالیٰ ایسی صورت پیدا کر دیگا جس میں اسی حال میں ایک منبر رہا تھا ہی مدد سے کام کا ہے کہ ہم قرآن کو نہیں چاہتے کہ ہم اہل علم اور
مسلمان ہی ان کے صحیح ترجمہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ ایسے لوگوں کو اسکی طلب صادق ہے جنہوں نے عرصہ سے تلاش و جستجو کے بعد ان مقالوں کو ترک کر دیا ہے اور جو ایک صحیح اور عمدہ مذہب کے متلاشی
ہیں یہ بات عیاں ہے کہ ہم ان کی مدد کریں یقیناً ہم اپنی طرز عمل سے ہی اس روز عظیم کی آمد میں مدد پیدا کرینگے جبکہ تمام گروہ اسلام کی برادری میں داخل ہونگے صرف ایک خدا کی پرستش
کرینگے لا الٰہ الا اللہ کی تعمیل کرینگے اور قرآن مقدس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے۔ اسلام جدید کی آج سخت ضرورت ہے۔ ہمیں آج تنہائی ہی دنیا کے خیالات کا خیال رکھنا ہے اور سلسلہ میں ترجمہ پا
کے سلسلے میں یہ خواہش درست ہوتی کہ وہ لوگ جو ان کی تفسیر اور کبھی پڑھ کر لیا کرتے ہیں جو تہذیب کے مشکلات کا حل کرتی ہے ہمارے مقصد کے ہر ایک کتاب کو غلط ترجمہ پیش کیا اور ہمارے مقصد
کا ایک چیز اخبار اور رسالے سینما اور تھیٹر میں پھیلتا جا رہا ہے ہمارے مسلمان بچے اور دوسرے لوگ جو ہم تقاضا سے متاثر ہوتے ہیں اسی طرح یہ کام رہا ہے ان لوگوں کی
ترقی کرو۔ کشمکش حیات میں انکا مقابلہ اور انکے مسائل میں اتحاد اور معیشت صرف تحریک کے علاوہ انکی امداد بھی آج ہندوستان میں ہے کو ایک ایسا اخبار
محسوس کر رہا ہوں جسمیں ان کی ضرورت ہو لیکن مسلمانوں کے سلسلہ میں ہمارا لوگوں نے تحقیق کیا ہے جس میں محبت کرتا ہوں اور ان کی سالگرہ میں اپنی خدمت انجام دیتا ہوں۔ یہ لوگ سچے
اہل ایمان ہیں اور انکی گھروں میں آج اسلام کا بہتر اور صحیح ترین نمونہ ملتا ہے پر مسلمانوں کا احترام اور ان میں شک نہیں کہ ہم انکی خوبیوں اور انکی مشکلوں کو سامنے
رکھیں اور انکی تلاش ہے تو ہمارا فرض ہے کہ اس شعلے سے روشنی پیدا کریں جو ہمیں ایک ایسی بڑی کتاب کی طرف متوجہ کرتی ہے جسکے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ آخری پیغام ہے
راہ شناس نہیں کر پایا گیا ہے۔

قرآنی عربی کس قدر آسان ہے

(نواب سیف نواز جنگ بہادر سلطان المکلا)

مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ قرآنِ مجید کی تعلیم اور اُس کی برکات سے اس لیے بھی محروم ہے کہ اُس کو پہلے سے ہی مشکل اور بعید از فہم سمجھ لیا گیا ہے۔ قرآن کا عربی زبان میں ہونا گویا جُرم ہے اور عام طور پر ہوّا بنا ہوا ہے۔ اور صرف و نحو کے دو ناقابلِ عبور دریا بیچ میں حائل سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا اُن دردمندوں کا جو اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغام کو دُنیا کے لئے ہدایت اور مسلمانوں کے لئے اُن کی زندگی کا دستور العمل سمجھتے اور اُن کی دینی و دنیاوی ترقی کا واحد ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ یہ خوشگوار فرض ہے کہ اس طرح کے وسائل اختیار کریں جس سے یہ غلط خیالات دور ہوجائیں اور اسبابِ مجبوری کا پردہ چاک ہو کر قرآن کی اصلی خوبی اور اُس کا عام فہم اور سہل ہونا آفتاب کی طرح روشن ہو جائے۔

قرآنی عربی کس قدر آسان ہے اِس سلسلے میں قارئین "ترجمان القرآن" کے لئے نمونتاً سورۃ الفتح کو پیش کیا جاتا ہے جو کل بارہ سو ایک ۱۲۰۱ الفاظ کے مجموعہ پر مشتمل ہے مگر صرف اٹھائیس ۲۸ لفظ ایسے ہیں جنکے مشتقات اُردو میں عام طور پر مستعمل نہیں ہیں۔ جیسے آعدا در تعبیر نحث۔ تعیر۔ اعمیٰ۔ کفت۔ ہدیٰ۔ سیما وغیرہ تاہم اردو دان ادبا کے کلام اس سے خالی بھی نہیں ہیں۔ یقیناً یہ مثال اردو جاننے والوں کے لئے آج قرآن مجید کا معجزہ سمجھنے کے لائق ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کہ وہ صرف اردو جان کر بھی قرآن کو جان سکتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

وہ ۲۸ الفاظ جن کے مشتقات اُردو میں مستعمل ہیں

لفظ	معنی
۱ أَعَدَّ	اُس نے تیار کیا
۲ مَصِيرًا	لوٹنے کی جگہ
۳ بُكْرَةً	صبح کا وقت
۴ أَصِيلًا	شام کا وقت
۵ نَكَثَ	عہد توڑنا
۶ لَيْسَ	نہیں ہے
۷ بُورًا	ہلاک ہونے والے
۸ أَعْتَدْنَا	ہم نے مہیا کیا
۹ سَعِيرًا	جہنم
۱۰ اِنْطَلِقُوا	تم چلے
۱۱ ذَرُونَا	ہم کو چھوڑ دو
۱۲ يُؤْتِكُمُ	تم کو دے گا
۱۳ تَتَوَلَّوْا	تم پھر جاؤ گے
۱۴ أَعْمَىٰ	اندھا
۱۵ أَعْرَجِ	لنگڑا
۱۶ كَفَّ	اُس نے روکا
۱۷ صَدُّوكُمْ	انہوں نے نہیں روکا
۱۸ هَدْيَ	قربانی کا جانور
۱۹ مَعْكُوفًا	کھڑا ہوا
۲۰ تَطَئُوهُمْ	ان کے پس جانے کا
۲۱ مَعَرَّةٌ	ضرر
۲۲ تَزَيَّلُوا	وہ لوگ ٹلے
۲۳ مُحَلِّقِينَ	سر منڈانے والے
۲۴ مُقَصِّرِينَ	بال کترانے والے
۲۵ جَعَلَ	اُس نے کیا
۲۶ سِيمَاهُمْ	نشانیاں اُن کے
۲۷ شَطْأَهُ	اُس کی سوئی
۲۸ فَآزَرَهُ	اُس کو قوی کیا

ان الفاظ کے سوا باقی کل الفاظ کے مُشتقات کا اُردو زبان میں استعمال ہے البتہ چند ضمائر و اسماء موصولہ اور اسماء اشارہ حروف جر اور افعال ناقصہ اُن کے علاوہ ہیں جو اردو میں مستعمل نہیں۔ قارئین کرام آپ سورت الفتح کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَةُ الْفَتْح

ہیں کل بارہ سو ایک ہے جسمیں سے حرف ۱۲۸ الفاظ مشکل ہیں

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ
لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَ
يُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۙ وَيَنصُرَكَ
اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ هُوَ الَّذِي
أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ
لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۙ لِّيُدْخِلَ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ
ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۙ

بیشک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ
اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی ساری خطائیں
معاف فرما دے۔ اور آپ پر اپنے احسانات
کی تکمیل فرما دے اور آپ کو سیدھے
راستے پر لے چلے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو
وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں
تحمل پیدا کیا تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ
ان کا ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان و زمین
کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے
والا حکمت والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں
اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے
جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی جنمیں ہمیشہ کو رہیں گی
اور اللہ تعالیٰ انکے گناہ دور کر دے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے

وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ
وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ
بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ
وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ
مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ
وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ
يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ
فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ
عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ
اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝
سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ
شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ
قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ

اور اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو
اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے
جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے
ہیں اُن پر بُرا وقت پڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ
اُن پر غضبناک ہوگا اور انکو اپنی رحمت سے دور کردیگا
اور انکے لئے تو دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی بُرا
ٹھکانا ہے اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے
اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ہم نے آپکو گواہی
دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کرکے بھیجا ہے
تاکہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکی
مدد کرو اور اسکی تعظیم کرو اور صبح و شام اسکی تسبیح میں لگے رہو
جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے
بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر
جو شخص عہد توڑیگا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر
پڑیگا اور جو شخص اس بات کو پورا کریگا جس پر خدا سے عہد کیا ہے
تو عنقریب خدا اسکو بڑا اجر دیگا جو دیہاتی پیچھے رہ گئے
وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور عیال نے
فرصت نہ لینے دی سو ہمارے لئے معافی کی دعا کردیجئے یہ لوگ
اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہیں آپ کہہ دیجئے

أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ
كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ بَلْ ظَنَنتُمْ
أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ
إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ
فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَ
كُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا
لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ
وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَّحِيمًا ۝ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا
انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا
ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا
كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ
قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ
تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ
إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ
سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ
شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ

کہ سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار رکھتا
ہو ـ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے
بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر اطلاع رکھتا ہے بلکہ تم نے یہ سمجھا کہ
رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔
اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی اور تم نے
بُرے بُرے گمان کئے اور تم برباد ہونے والے لوگ ہوگئے اور جو
شخص اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان نہ لائیگا سو ہم نے
کافروں کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور تمام آسمان اور زمین
کی سلطنت اسی کی ہے۔ وہ جسکو چاہے بخشدے اور جسکو
چاہے سزا دے ـ اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے
جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے عنقریب جب تم غنیمتیں لینے
چلو گے تو کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں
وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں۔
آپ کہدیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے خدا تعالیٰ
نے پہلے یوں ہی فرما دیا ہے تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ
ہم سے حسد کرتے ہو۔ (نہیں) بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات
سمجھتے ہیں آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے کہدیجئے
کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں کی طرف بلائے جاؤ گے
جو سخت لڑنے والے ہونگے یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع

فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن
تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ۝ لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَ
عْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَن
يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ
عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي
قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ
فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللَّهُ
مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ
وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً
لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَ
أُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ
بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝
وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ
ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ
اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن

ہوجائیں سو اگر تم اطاعت کروگے تو تم کو اللہ نیک عوض
دیگا اور اگر تم روگردانی کروگے جیسا اس کے قبل روگردانی کر چکے ہو
تو وہ دردناک عذاب کی سزا دیگا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے
اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جو
شخص اللہ اور رسول کا کہنا مانیگا اس کو ایسی جنتوں میں
داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور جو شخص روگردانی
کریگا اس کو دردناک عذاب کی سزا دیگا۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ
ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے
تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا
اور اللہ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ
فتح دیدی اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور
اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت
سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سردست تم کو یہ دیدی ہے
اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ اہل ایمان کیلئے یہ ایک نمونہ ہو جاوے
اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے
جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے
اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور
پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر ان کو نہ کوئی یار ملتا نہ مددگار اللہ تعالیٰ نے یہی
دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ
كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ
بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرًا ۝ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْ
كُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ
مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ
مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ
اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ
حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ
كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَ
اَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝
لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا
بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

خدا کے دستور میں وہ بدل نہ پائیگا اور وہ ایسا ہی کہ اُس نے ان کے
ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے عین مکہ میں روک دیئے
اس کے بعد تم کو اُن پر قابو دیدیا تھا۔ اور
اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا
تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور
تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی
کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا اس کو موقع میں پہنچنے
سے روکا اور اگر بہت سے مسلمان مرد اور بہت
سے مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی
نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی
وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو سب قصہ ابھی
کر دیا جاتا لیکن ایسا اسلئے نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی
رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے اور اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں
جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے جبکہ ان کافروں نے
اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی سو
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل
عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر
جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور
اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے بیشک خدا تعالیٰ نے

إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ
رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ
فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ
دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ هُوَ الَّذِي
أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ
بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا
سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ
مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ
كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَا
سْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ
بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ
مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

—— اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع
ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور جاؤ گے
امن وامان کے ساتھ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا کوئی بال
کترتا ہوگا کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا سو اللہ کو وہ باتیں
معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس سے پہلے ایک لگے ہاتھ
فتح دیدی۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت
اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب
کردے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو
لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں اللہ کافروں کے مقابلہ میں
تیز ہیں۔ آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان
کو دیکھیگا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں
اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی میں لگے ہوئے ہیں
انکے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں
انکے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف
ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اسکو
قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی
کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں
کو جلاوے اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو ایمان لائے ہیں
اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے

قرونِ اولیٰ میں اشاعتِ قرآن کے طریقے

اللہ کی یاد میں

(مصلح)

اللہ اللہ کس قدر پیارا ہی نام اللہ کا
ہائی ہائی کیا رسیلا ہے کلام اللہ کا

بندگی کا حق نہ ہم سی ہو سکا کوئی ادا
آہ! ہم سی ہو سکا کوئی نہ کام اللہ کا

میں سنی جاؤں سنا جا بس اے ہمنشیں
ذکر میرے سامنے کر صبح و شام اللہ کا

دیکھ ای اہلِ نظر! ای چشمِ بینا دیکھ دو!!
ہائی ہائی کس قدر جلوہ ہی عام اللہ کا

لاکھ مجنوں ہو کوئی پھر بھی ہی عشقِ ناتمام
کیا بتائیں ہو گا کیا حسنِ تمام اللہ کا

چوم لوں میں اس زباں کو چوم لوں اس حسن کو
جس زباں جس لب پہ جاری ہو کلام اللہ کا

رشک کے قابل ہے مصلح اپنا وقتِ آخری
دل میں یاد اللہ کی ہے لب پہ نام اللہ کا

معبودِ برحق

(مولوی ابو العطاء امجد علی)

دُنیا جس کے ارادے سے پیدا ہوئی ہے اُس کا ذکر فطرت میں منقوش ہے ہر شئی اپنے موجد اور خالق و مالک کی حمد و ثنا کرتی ہے۔ قرآن کریم نے اس راز کو ان خوبصورت الفاظ میں پیش کیا ہے۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۵ جس کا مطلب یہ ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین جو کچھ اُن میں ہے اُسی کی توصیف و ثنا کرتے ہیں اور کوئی بھی شئی ایسی نہیں ہے جو اپنی صورت و سیرت اور زبانِ حال و قال سے اُس واحد لاشریک اللہ کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا نہ کرتی ہو اگرچہ اُن کی اس حمد و ثنا کو ہم میں سے کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

یہ ہے وہ امر جو فطرت میں منقوش ہے اور قرآنِ کریم کی خوبی کا یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

قرآنِ کریم نے معبودِ برحق خالقِ کل کا جو نام پیش کیا ہے وہ بجائے خود اپنے اندر اس امر کا مفہوم رکھتا ہے جو معبودِ برحق کیلئے ضروری ہے۔ علامہ رازی نے اپنی بے نظیر تفسیر کبیر کی جلد اول میں اس راز کو جس خوبی سے بیان فرمایا ہے اُس کو کسیقدر یہاں پر بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہیں۔

تمام عرب اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام نے جو نام اللہ تعالیٰ کا پیش کیا ہے وہ کبھی اور کسی حالت میں اصنام کے لئے تجویز نہیں کیا گیا یعنے اسم "اللہ"۔ بتوں کی پرستش کے جنون کے باوجود عربوں میں یہ نام بھی ذاتِ واحد کے لئے مخصوص تھا۔ اگرچہ بتوں کی محبت اور شوقِ پرستش نے اُن کی جانب سے بے پرواہی کی وبائے عام کو پھیلا دیا تھا۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "اللہ" دراصل "اَلْاِلٰہ" تھا۔ الف۔ لام تعریف خاص کا ہے

"اِلٰہ" معبودِ مطلق کو کہتے ہیں۔ "الا لہ" کے معنے اس لحاظ سے مختلف بیانات اور ترکیبوں سے یہ لکھتے ہیں کہ۔ خاص معبود۔ ایسا معبود جو تمام صفات کاملہ کا جامع اور تمام خوبیوں سے موصوف مشابہت، ممکنات اور مناسبت و ترکیب و تعدد سے بالاتر۔ ممتاز ذاتِ واحد جس کے تصورِ حقیقت اور کنہ کے دریافت کرنے سے عقولِ انسانی حیران و ششدر۔ جس کی طرف تضرع کی ہاتھ کل مخلوق کے آڑے وقت اور مصیبت کی گھڑیوں میں خود بخود اٹھ جاتے ہیں۔ سارے جہان اور اہلِ جہان کا مامن و ملجا اور ماوی۔ اصلی اور حقیقی تسکین و طمانیت کا موجب وغیرہ یہ تمام اوصاف جو خالقِ برحق کیلئے مناسب موزوں ہیں۔ ان سب کے سب کا اسم "اللّٰہ" جامع ہے۔ اور اسی لئے قرآن کریم نے اس اسم گرامی سے ابتدا کی ہے جیسے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ فاتحہ) تمام قسم کی حمد و ثنا کے لائق اللّٰہ ہے جو رب عالمین ہے

"اللّٰہ" کے اسم میں یہ خوبی بھی ہے کہ اسکے چاروں حروف ا۔ ل۔ ل۔ ہ میں سے اگر ایک ایک گراتے جاؤ تاہم وہ اسم ذاتِ خاص ہی دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ "اللّٰہ" کے لئے قرآن نے یوں بیان کیا یا اس کا تعارف بنعلس کرایا ہے۔" اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ سورۃ رعد رکوع اول (اللّٰہ۔ وہ ہی جسنے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسے کہ تم ان کو دیکھتے ہو اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا یا تمہاری خدمت میں لگا دیا)

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً سورہ روم رکوع ۶

اللّٰہ وہ ہے جسنے پیدا کیا تم کو ضعف سے (ضعیف شئے منی یا نطفہ ہے) اور بنایا کمزوری کے بعد طاقتور۔

اب اگر اللّٰہ میں سے الف گرا دیجئے تب بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت عامہ پر لِلّٰہ کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کو یوں پیش کیا ہے۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (اللّٰہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللّٰہ کی طرف

فرمان ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں) اس کے بعد اگر ایک لام کو بھی نکال دیا جائے تو "لَهٗ"
رہ جاتا ہے جو اُس کی ذات اور ملکیت کے قائم رکھنے کا ذریعہ رہتا ہے۔ قرآن نے اس کا راز یوں ظاہر کیا
ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ط سورہ تغابن رکوع اول لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ط
سورۃ قصص رکوع ۷۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ سورۃ شوریٰ رکوع اول) (اُسی کا ملک
ہے اور اُسی کے لئے حمد و ثنا واجب ہے وہی اول و آخر میں حمد و ثنا کے لائق ہے۔ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں
اور زمینوں میں ہے)

اگر "لَهٗ" کے لام کو بھی نکال دیا جائے تو صرف "ہٗ" سے بھی وہی مطلب ادا ہوتا ہے جیسے کہ قرآن نے
اسکو یوں ظاہر کیا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ط سورہ حدید رکوع اول
(وہ اللہ ہے جسنے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام میں پیدا کیا) هُوَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط سورۃ
قصص رکوع ۷۔ (وہ اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود، محبوب، مطلوب اور مقصود نہیں ہے)

یہ سب وہ امور ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم ذاتِ واحد خالقِ کل مالک الملک کو حقیقی یا اصلی
طور پر ظاہر کرتے ہیں یا اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسلئے خدا تعالیٰ کی توفیق حاصل کرنے کیلئے قرآن کریم کی تلاوت کی کثرت ضروری ہے۔
اے پڑھنے والے! اے سننے والے!! دنیا کی زندگی کے سانس چند روزہ ہیں اسلئے انکو غنیمت جانکر
اُسکی توفیق اور اسکا علم سب سے پہلے ضروری ہے جو اس کائنات کا موجد اور خالق حقیقی ہے دیکھو اسکا قرآن
کیسے عمدہ اور پیارے الفاظ میں تعارف کراتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
سورۃ اعراف۔ (تم کو پیدا کرکے بتدریج تمہاری پرورش کرنیوالا تو وہ اللہ ہے جسنے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا)
یعنے قرآن ہی خالق حقیقی کا پتہ دیتا ہے قرآن ہی انسان کی پیدائش کا مقصد بیان کیا اگر اپنی زندگی کے
مقصد سے آگاہی حاصل کرنا ہے تو معبود مطلق کے بتائے ہوئے راستہ اور اُسکی نازل کئے ہوئے قرآن سے محبت کرو اسکو پڑھو
اُسکا مطلب سمجھو اور اُسکی ہدایت پر عمل کرو جو اصل کامیابی کی راہ اور فلاح کا ذریعہ ہے۔

علم اور جہل

(مولانا مناظر احسن گیلانی ، پروفیسر جامعہ عثمانیہ)

یا تو علم صحیح ہے یا جہل۔ لیکن جہل یقیناً صحیح نہیں ہو سکتا اس لئے علم ہی صحیح ہے۔
علم قرآن کا نام ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ جہل ہے اب تم ان دونوں میں سے جسکو چاہو اختیار کرلو۔

کائنات کے پیچ در پیچ اور باریک سے باریک قوانین کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اور پھر اگر قرآن کو تم نے چھوڑ رکھا ہے تو تم سے زیادہ تاریکی میں کون ہے ——— کوئی نہیں ———
یاد رکھو کہ "ایک یا پھر ہر ایک" سے تمہارا سابقہ ضروری ہے۔ مگر ہر ایک کو تم پکڑ بھی نہیں سکتے کیونکہ یہ لا تعداد اور لا انتہا کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ایک کو پکڑو اور وہ ایک ہی ایسا ہے جس کے پکڑنے سے سب گرفت میں آجاتے ہیں۔
خیال کرنیکی بات ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو کہا جاتا ہے۔
لَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ تو پھر اس ایک کو چھوڑ کر دوسروں کا کہاں ٹھکانا ہے۔

تمہارے ہر کام میں علم اور جہل پنہاں ہے پس اگر تم کو کوئی کام کرنا ہے تو قرآن کی خدمت کرو جو مومن ہو چکا ہے۔ اس پر قرآن کو لازم کرو اور جو مومن نہیں ہوا ہے اس کو مومن بناؤ۔
تم کو اگر گورنمنٹ سے لڑنا ہے تو قرآن مجید کی تعلیم کیلئے لڑنا چاہئیے اور کہنا چاہئیے کہ کالج اور سکول کے ذریعہ سے جہاں جہل کی چیزیں لازمی ہیں وہاں ایک علم کی چیز قرآن کی تعلیم بھی لازمی کرو۔
اور اگر ان میں سے کوئی مسلمانی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس سے کہو کہ قرآن کی تعلیم سے بے اعتنائی برتنا کسی طرح روا نہیں کیونکہ بغیر قرآن کے مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا۔

قرآن اور تحریک قرآن

(مولانا شاہ محمد عبد الحامد قادری بدایونی)

یہ ایک حقیقتِ مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام سے قبل ہر قوم اور ہر ملک کیلئے ایک نہ ایک پیام بھیجا۔ مگر یہ کیونکر ممکن تھا کہ رب العلمین کی ہدایت و بشارت اور اس کی رحمت کسی ایک خاص جماعت، مخصوص ملت و قوم کے ساتھ متعلق ہو کر محدود ہو جاتی۔

ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق خدائے برتر نے اپنا پیام نازل فرمایا مگر عام طور پر انسانوں نے خدا کے اس کلام اور پیام کو یا تو بھلا دیا یا ترمیم و تحریف کر ڈالی۔ اب ضرورت تھی کہ ابر رحمت یکساں طور پر برسے اور ایسا مکمل اور آخری کلام نازل ہو جس کی حفاظت کا ذمہ خود قدرت کے ہاتھوں میں ہو۔

قرآن حکیم چونکہ انسانوں کیلئے ہے اسلئے اس نے سب سے پہلے یہی دعویٰ کیا کہ انسانی فطرت سب سے اعلیٰ ہے برعکس اسکے مذاہبِ عالم کی دوسری کتابیں اپنی موجودہ حالت میں فطرتِ انسانی کو مائل بہ بدی قرار دیتی ہیں حتی سمجھا گیا کہ عالم موجودات کے معمولی معمولی ذرات تو مکمل فطرت سے متصف ہوں اور انسان جو حاملِ ناموس کی ہو سبھی کائنات کا مخدوم ہے اس کے متعلق یہ ایمان رکھا جائے کہ اسکی فطرت پست ترین ہے اور اگر وہ ازل میں اعلیٰ تھی تو وجود میں آنیکے بعد بگڑ گئی۔ قرآن مجید نے کھلے ہوئے الفاظ میں اعلان کر دیا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

مسلمان ہوں یا اقوامِ عالم سب کیلئے یہی ایک کلام ہے جو رشد و ہدایت کا ضامن اور کفیل ہے جیسا کہ اس نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے دنیا کی سب سے زیادہ گری ہوئی اور بدتر قوم کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا تھا حقیقت ہے کہ اسکی وجہ سے ہی آج عالم مغرب کی قومیں آباد حال میں ہیں اور مسلمان گرفتہ و حیران۔

حضور ختمی مرتبت نے فرمایا تھا کہ دو چیزیں تمہارے اندر چھوڑتا ہوں ایک قرآن دوسرے آل محمد کہ

قرآن حکیم آج تک وعدۂ الٰہی کے مطابق اپنی اصلی شکل و صورت میں باقی ہے۔ اور اس شان کے ساتھ صفحۂ ہستی پر دُنیا کی کوئی مذہبی کتاب بے غل و غش باقی نہیں یہانتک کہ اگر ساری قوتیں مل کر بھی اس کو مٹانا چاہیں تو ناممکن ہے کیونکہ قلوب اس کے حامل اور امین رہیں گے۔

ہاں ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے اسی قرآن حکیم کی بدولت عالم میں تلاطم برپا کر دیا تھا۔ دارالسلام بغداد کے پر سکوت در و دیوار کو دیکھو، مصر و شام کے عبرتناک کھنڈرات پر نظر ڈالو، وادیِ بطحا کے ریگزاروں سے دریافت کرو۔ اُن حدیخوانوں، شتربانوں کو یاد کرو جنہوں نے قرآنِ کریم کی بدولت دنیا کی شہنشاہیوں کی بساط اُلٹ دی۔ قرطبہ و غرناطہ کی یادگاریں بتائینگی کہ ہمارے مکینوں نے جو کچھ کیا قرآن اور فقط قرآن ہی کی اتباع کی بدولت کیا اور جب سے مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تو زمانہ نے بھی انکو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔

اس بیسویں صدی عیسوی میں ہر علم و فن کی تعلیم کو سہل بنایا جا رہا ہے اور آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ جملہ علوم کی طرف تو ہر شخص نے اپنی تمام توجہات کو منعطف کر رکھا ہے مگر حیف ہے کہ نہیں سعی کی جاتی تو صرف قرآن حکیم کے لئے۔

مسلمانوں کی تعلیم گاہوں میں، مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے روپے سے مسلمان بچوں کیلئے بیہودہ بسا اوقات مخربِ اخلاق قصے کہانیاں پڑھا کر انکی ذہنیت کو تباہ کیا جاتا ہے۔ کاش قرآنی قصص و حکایات حکیمانہ اقوال، اخلاق کی تعلیم سے لبریز آیات جس سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے اُن کے ذہن نشین کرائی جائیں تو ابتدا سے ہی بچے قرآن کریم کی طرف مائل ہو جائیں۔ اُن کے ذہنوں میں اُن قصص و حکایات کی بدولت دُنیا کی پرانی تاریخ، مدوجزر، اور ہر قسم کی تعلیمات آ جائیں۔ یہ اسلئے بھی کہ اوائل عمر کی تعلیم کا اثر اخیر عمر تک رہتا ہے۔

حکایات وغیرہ کے علاوہ کئی اور طریق ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآنی الفاظ کے سادہ اور سلیس معانی دلچسپ طریقہ سے ذہن نشین کئے جائیں اور وہ بچوں کو یاد کرائے جائیں تاکہ وہ اُن الفاظ کی بدولت عبادت میں مدد لے سکیں جہاں کہیں وہ الفاظ آئیں گے وہ معنی کو آسانی سے سمجھ سکیں گے۔

یہاں میں صدیقی الافاضل جناب مولانا ابو محمد مصلح صاحب کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے تحریک قرآن کے ذریعہ تنہا اس علم کو بلند کیا ہے اور مختلف طریقوں سے اسکے نتائج کو ٹھوس، دور رس اور عملی بنا دیا ہے۔

" تحریک قرآن مجید آباد اور ہندوستان میں خوشی کے ساتھ جڑ پکڑ لیا ہے اور اس کے شرکا میں مقدس اور مشہور ہستیاں شریک ہو چکی ہیں۔ اور معلوم نہیں مولانا نے اس سلسلے میں کس قدر لٹریچر بات تک گروں اور ہاتھوں تک پہنچا دیا ہے۔

" ترجمان القرآن اسی مقدس تحریک کا ترجمان ہے جو اپنے رنگ کا غالباً تمام عالم اسلام میں واحد رسالہ ہے ہماری دلی دعا ہے کہ رب العزت تحریک قرآن کو قبول فرمائے۔ اور مسلمان اس اصل الاصول کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اگر اس نازک دور ابتلا میں بھی مسلمان بیدار نہ ہوئے اور انہوں نے قرآن کریم کی تعلیم کو اپنا شعار نہ بنایا تو قانون ارتقا کے مطابق وہ جلد از جلد صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں گے۔

بلاشبہ یہی وہ نورانی قندیل ہے جس کی مدد سے دنیا کی تاریک اور دشوار گزار گھاٹی کو عبور کیا جا سکتا ہے اور مسلمان کامیابی و کامرانی قرآن پر عمل کرنے سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

کاش مسلمان اس کے معنی پر غور کریں تو انہیں پتہ چل جائے کہ اس کتاب مقدس میں دین و دنیا دونوں موجود ہیں اور وہ قرآنی برکات صرف اسی طرح حاصل کر سکتے ہیں جو کہا گیا ہے کہ قرآن پاک کو طاقوں کی زینت بنائے رکھنے اور رسمیات میں مبتلا رہنے سے۔

ہاں اے مسلمانو!

اٹھو، قرآن کریم کو مضبوطی سے ہاتھ میں لو اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عزم صمیم کر لو۔

تم نے اس کے ذریعہ دنیا کی کایا پلٹ دی تھی مگر اب تم اپنی ہی زندگی میں اس کے ذریعہ تبدیلی و زندگی پیدا کرو قرآن کریم کی تعلیم کو ہر گھر میں جاری کرو، تمہارے بوڑھے، جوان، بچے، عالم، جاہل غرض ہر فرد مسلم قرآن پاک کی تعلیم کو اپنی زندگی کا جزو بنائیں۔ پھر دیکھو مختصر سی مدت میں کیا ہوتا ہے۔

قرونِ اولیٰ میں اشاعتِ قرآن کے طریقے

(مدیر)

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جب قرآن مجید اپنی اصلی اور مکمل شان میں نازل ہونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو عام کرنے کیلئے ہر اس طریقے کو استعمال کیا جو اس وقت ممکن تھا چونکہ اسلام کی تشکیل ہی حکومت الٰہیہ پر مبنی ہے اس لئے سب سے بڑا طریقہ یہی تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے احکاماتِ الٰہیہ عملاً انفاذ پذیر ہوئے اور دین حق جملہ ادیان پر غالب کر دیا گیا ظاہر ہے کہ تعلیم و تبلیغ قرآن کی یہ شکل سب سے زیادہ پائیدار اور حقیقی ہے پہلے تو اس چیز نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں ظاہراً و باطناً طور پر سرایت کیا اور پھر یہ اس مقصد کیلئے جہاں جہاں گئے ملکوں اور شہروں کے ساتھ قلوب میں بھی انقلاب پیدا کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن مقدس کی زندہ اور عملی تفسیر تھے اور انہوں نے قرآن مجید کے نزول کی حقیقی غرض کو خوب سمجھا تھا، قرآن مجید عمل کیلئے ہے اور انہوں نے اسکا یہی مصرف لیا اس میں ان مبارک ہستیوں کو اس درجہ غلو تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص دس آیتیں سیکھ لیتا تو اس سے زیادہ وقت تک نہ پڑھتا جب تک ان کے معانی کو سمجھ کر عمل نہ کر لیتا۔ ایک جلیل الشان صحابی کا واقعہ ہے کہ انہوں نے صرف سورۂ بقرہ کو تین برس میں یاد کیا۔

اشاعت قرآن کا اعلیٰ و افضل طریقہ جو اوپر بیان ہوا اسکے علاوہ تین طریقے اور بھی تھے ایک حفظ تھے۔ دوسرا تحریر یعنی قرآن مجید جس قدر نازل ہوتا تھا صحابہ رضوان اللہ علیہم اسکو لکھ لیتے اور یاد کر لیتے ایسے صحابہ بھی بہت تھے جن کو پورا قرآن مجید حفظ تھا اس کثرت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جب مسیلمہ کذاب کا فتنہ جنگ یمامہ پر جا کر ختم ہوا تو اس میں ستر حفاظ شہید ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحابہ وسلم کا عمل تھا کہ جماعت کا امام اسکو مقرر فرماتے تھے جسکو قرآن زیادہ یاد ہوتا

تھا اس بات کا یہاں تک اہتمام ہوتا کہ جنازے کی نماز بھی اسی کی پہلے پڑھائی جاتی جسکے سینے میں قرآن ہوتا
حفظ قرآن کے علاوہ تحریر کا طریقہ بھی ضروری سمجھا گیا تھا چنانچہ شاہان روم و فارس اور مصر کے
حکمران کے پاس جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہ وسلم نے اپنے دستخطی خطوط تبلیغ اسلام کیلئے روانہ فرمائے آج
بھی جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔

حدیث اور سیر کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ آپ نے بدر کے قیدیوں میں سے جو لکھنا جانتے تھے ان کا فدیہ
یہ مقرر کیا تھا کہ وہ مدینہ کے دس دس مسلمانوں کو لکھنا سکھادیں اور آزاد ہو جائیں۔

ختمی مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہ وسلم نے ایک دفعہ فرمادیا کہ مجھ سے قرآن کے سوا اور کچھ نہ لکھو اس میں
راز پوشیدہ تھا کہ لوگ دوسری چیزوں کی موجودگی میں کہیں قرآن کی طرف سے غفلت میں نہ پڑ جائیں۔

تیسرا طریقہ تعلیمگاہ یا خانقاہ کی بنیاد کا ہے اصحاب صفہ کے نام سے جو گروہ آج یاد کیا جاتا ہے
دراصل ان کو مبلغین قرآن کی جماعت سمجھنا چاہیئے ان کا کام اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ قرآن کو یاد کریں
اور اس کے سانچے میں اپنے کو ڈھالیں اور پھر جب جس جگہ تعلیم و تبلیغ قرآن کی ضرورت ہو وہاں پہنچ جائیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ توریت کے کچھ اجزا لیے ہوئے دربار رسالت میں
حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ اس میں اچھی باتیں لکھی ہیں کیا ہم اس کو پڑھا کریں۔ صاحب قرآن کا چہرہ
غصہ سے سرخ ہو گیا اور ارشاد ہوا کہ اگر آج موسیٰ بھی ہوتے تو وہ ہماری شریعت کی اتباع کرتے۔

خلیفہ دوم نے جن کی زندگی کو قرآن مجید سے ایک خاص طرح کا لگاؤ تھا اپنے عہد میں اسی لئے اس سبق
کو خاص طور پر دہرایا یہ مسلمانوں کا عظیم الشان خلیفہ جس کے عہد مبارک میں انسانی حکومتوں کے قصر فلک بوس
زمین پر گر پڑے اور شہنشاہوں کے بنائے ہوئے قوانین تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ کر رہ گئے خود مدینہ میں جا بجا
اور لوگوں کو قرآن پڑھنے پر رغبت دلانے کے لئے قرآن مجید کی تعلیم لازمی کر دیا۔ قاریوں اور معلمین قرآن کیلئے
بیت المال سے تنخواہیں مقرر کردیں۔ ابو سفیان کو خاص کر اس کام پر مامور کیا کہ وہ قبائل میں دورہ کیا کرے

اور ہر شخص کا امتحان لیا کریں اور جس کو قرآن کی کوئی آیت یاد نہ ہو اس کو سزا دیں۔
دار الخلافت سے جو مقامات دور تھے ان کیلئے بھی انتظامات تھے شام میں حمص، دمشق اور فلسطین کے اندر مدرسین مقرر تھے جن کا کام درس قرآن کے سوا اور کچھ نہ تھا اسی طرح نومسلموں کیلئے بھی انتظام تھا کہ ان کو قرآن مجید کی تعلیم دی جائے۔
اللہ اللہ وہ بھی کیا دور تھا جب کہ بڑی بڑی ملازمتوں کا ملنا بھی قرآن مجید کے علم پر موقوف تھا اور جب درخواست کرنیوالے سے قرآن کی سند مانگی جاتی تھی۔ آپ رضی کا دستور تھا کہ جب کوئی ملازمت کا طالب آتا تو اس سے پوچھتے کہ تجھکو قرآن بھی یاد ہے چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص آیا اور کسی ملک کی حکومت کا طالب ہوا۔ آپ رضی نے پوچھا کہ تو نے قرآن بھی پڑھا ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا کہ جا قرآن پڑھنے کے بعد آنا۔ اس لئے کہ تجکو قرآن کے موافق حکم کرنا ہوگا جب قرآن نہیں پڑھا تو حکومت کیونکر کرسکیگا۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومت الٰہی کے علمبردار تھے اسلام و قرآن کی روح سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ ہر مسلمان قرآن کا پیامی اور اسلام کا سپاہی ہے یہی سبب ہے کہ آپ کے عہد میں ہر فوجی جوان کیلئے بھی قرآن مجید کی تلاوت اور مطالعہ ضروری تھا۔ مجاہدین کے ایمان میں جو تازگی اور دین کی حرارت اس سے پیدا ہوسکتی ہے اسکا کون اندازہ کرسکتا ہے۔
عہد فاروقی رضی میں جس طرح ہر مسلمان بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کو خدا کا سپاہی بنالیا جاتا اور بیت المال سے اسکے نام کا وظیفہ مقرر ہوجاتا اسی طرح ابتداء میں قرآن سیکھنے والوں کے روزینے بھی مقرر تھے۔
ابتدائے عہد خلافت میں تو آپ نے حکم دیدیا تھا کہ قرآن مجید کے سوا کوئی حدیث بھی بیان نہ کرے آپ رضی کا قول تھا کہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ درحقیقت یہ سب اس بات کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو ایسی ہی تعلیم ملی تھی خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس ۲۳ سالہ زندگی قرآن کے سوا اور کیا تھی؟ اور پھر جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو اللہ کی حفاظت میں اور کس چیز کو چھوڑ گئے۔

قرآنِ کریم کا اندازِ کلام

(مولوی محمد عبدالقادر صدیقی نائب منتظم دفتر نظامت سررشتہ علاج حیوانات سرکارعالی)

مثل مشہور ہی کہ درخت اپنے پھل سے اور آدمی اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہی اور یہ بات علی زندگی میں مسلم الثبوت حقیقت مانی جاتی ہے۔ اس اصل کی روشنی میں قرآنِ کریم کے اندازِ کلام کو ذرا بھی چشم انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آواز خالقِ کائنات اور خالقِ فطرت کی ہے جس کی وجہ سے اُس کی طرف دل اس طرح کھنچ جاتا ہے جیسے مقناطیس سے لوہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی عبارت عربی ہے جو عام فہم نہیں اس میں باہمی کوئی ربط نہیں مضامین سلسلہ وار نہیں۔ کتاب ابواب و فصول میں منقسم نہیں لیکن بادنیٰ تامل یہ باتیں حد درجہ ناقابلِ وثوق اور ناقابلِ اعتنا ہو جاتی ہیں بات اصل میں یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے کو اس کتاب کے متعلق چنان و چنین میں ڈالا اور اپنی فہم و فراست سے قیدو بند میں جکڑنا ضروری سمجھا انہوں نے اس امر کو سمجھا ہی نہیں کہ خالق و مالک کا اپنی مخلوق و مملوک سے کیا راز و نیاز ہے؟ کیا تعلق اور کیا پیار ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے کسی عزیز و قریب کو خط لکھتے وقت اس بات کا لحاظ رکھتا ہے کہ اس میں لایعنی تکلفات کے الفاظ مستعمل ہوں اور ایسا رنگ اس میں پیدا ہو جو بالعموم اپنے مقابل یا حریف سے مخاطب ہوتے وقت ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ جس کا منشا یہ ہے کہ وہ ہم سے ہماری رگ جان سے بھی قریب ہے جب ہم اُس کی صفات کی جانب توجہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمیع ہے یعنے وہ اپنے بندوں کی باتوں کو ہمیشہ سنتا ہے۔ بصیر ہے وہ افعال و اعمال و اقوالِ انسانی کو ہمیشہ دیکھتا ہے وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ عالم الغیب ہے۔ قدیر ہے ہمیشہ اپنے بندوں کے لئے اپنی قدرت نمائی کا جلوہ دکھاتا ہے۔ یہاں تک حدیث شریف صحیح میں وارد ہے کہ انسان نوافل پڑھتے پڑھتے خدا کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاؤں ہو جاتا ہے

جن سے وہ چلتا ہے آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے دیکھتا ہے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے۔ غرضکہ مصداق اس شعر کا ہو جاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازآں من دیگرم تو دیگری

ہر انسان حسب منشاء اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے پس ایسے مقرب کیلئے حجاب و پردہ کی قید تکلفات و تصنعات کی پابندیاں لاعلم عظیم نہیں تو اور کیا متصور ہو سکتا ہے جس طرح ماں باپ اپنے بچوں سے تنزل اختیار کر کے ہمکلام ہوتے ہیں اس سے بہت بڑھ چڑھ کر خدائے تعالیٰ اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن اس کلام میں ندرت یہ ہوتی ہے کہ وہ بجائے خود اتنا پر حکمت و پر معرفت ہوتا ہے کہ اس سے ہر استعداد کا انسان اپنی اپنی فہم و سمجھ کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے اس کے کئی ظواہر ہوتے ہیں اور کئی بواطن جنکے تفصیلی اظہار کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔ غرض اس روشنی میں قرآن کریم کو دیکھا جائے کہ ایک مالک نے اپنے غلاموں کے نام ہدایت نامہ بھیجا ہے اور اس عشق و محبت کو مد نظر رکھا جائے جو عبد و معبود میں لابدی ہے تو طرز کلام قرآن نہایت دلکش و دلنشین پیرایہ اختیار کرتا ہے اور حق یہ ہے کہ یہی حق اور درست ہے۔

ایک اور امر لائق لحاظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اس کا کلام بھی لامحدود اثر رکھتا ہے اس پر بھی ہم اپنے عقلی ڈھکوسلے اور ذہنی قواعد و ضوابط استعمال کرنا شروع کریں تو یہ ایک نہایت فاش غلطی ہوگی۔ اس کتاب کو نازل ہو کر ساڑھے تیرہ سو برس ہوتے ہیں۔ اس کی پیروی سے کتنے اولیاء کتنے اقطاب کتنے برگزیدگان بارگاہ ایزدی ہوئے اس کی تفصیل بے ضرورت ہے کیونکہ یہ بزرگان دین تبلیغ حق کے فریضہ کو ادا کرتے ہوئے تمام روئے زمین پر پھیل گئے اور مختلف اقطاع عالم میں ان کے مزارات و خانقاہیں اس امر کا کھلا ثبوت ہیں کہ ان کی پاک زندگیاں ان کے پاک جذبات ان کے نمایاں کارنامے بیش بہا کامیابیاں حسن اخلاقی فتوحات سب کی سب محض اس وجہ سے تھیں کہ ان کی گردن قرآن کے جوئے

کے نیچے تھی۔ یہ دلیل بھی اس امر پر ہے کہ قرآن کریم پر بے ترتیبی و بے ربطی و عدم مطابقت کا الزام ہرگز درست نہیں۔ اس زمانہ میں بھی بندگانِ خدا ایسے ہیں جو اپنے وجود باوجود سے قرآنی تعلیم و عظمت کو ثابت کر سکتے ہیں۔

غلطی ہماری ہے اور بیشک و بے خطا ہم غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ ہماری ذہنیت قرآن کی نسبت نہایت پست ہو گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ماحول سائنس و فلسفہ کے اعتراضات سے اس قدر مرعوب ہے کہ وہ بیدار ہو کر جواب دینے میں صدود جہ متامل نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ بالکل صاف ہے قرآن چھوڑ گیا۔ فہم قرآن جاتا رہا۔ آنکھ بند کر لینے سے تاریکی کا آنا لازمی ہے۔ روشن آفتاب خفتہ انسان کو کوئی روشنی نہیں پہنچا سکتا۔ ہم نے اپنے دلوں کو قرآن سے موڑ لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسری تعلیموں نے اس کی جگہ لے لی۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز خالی ہو گئی ہے دوسری اس کی جگہ لیتی ہے۔ اسی لئے فلاسفر کہتے ہیں نیکی سے انحراف کر لیا جائے تو معاً بدی کی عملداری شروع ہو جاتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ بدی بدی کو کھینچتی ہے اور نیکی نیکی کو۔ ایک شاعر کیا خوب کہتا ہے:-

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

مسلمانوں کے ادبار و نکبت کی محض یہ وجہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو بھی چھوڑ دیا۔ اب قرآن کو یا تو قسم کھا لینے کے لئے استعمال کرتے ہیں یا سوم یا دہم یا چہلم میں میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے برتتے ہیں اگر بہت کچھ ہوا تو یہ کر لیتے ہیں کہ جس وقت کوئی مرنے لگے تو کسی یٰسین خواں کو بلوا کر سورہ یٰسین پڑھوا دی تاکہ اس کا دم فوراً نکل جائے کیونکہ اس کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ یٰسین شریف صرف اسی وقت پڑھی جاتی ہے جبکہ زندگی کی کوئی امید نہ ہو۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ قرآن کو پڑھتا، قرآن کو سمجھتا۔ قرآن پر عمل کرتا تو دیکھتا کہ اس کی جاہ و وجاہت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی ہے

یا نہیں۔ جیسا کہ سلف صالحین نے ترقی کی یہ بھی ترقی کرتا اور اپنے اسلاف کا صحیح معنوں میں خلف الرشید ہوتا ہے۔ یہ حقیقت کم و بیش میرے نزدیک آفتاب جیسی روشن ہے کہ قرآن کریم میں ایسی تعلیم موجود ہے جو ہر بچہ ہر بوڑھے ہر جوان ہر لڑکی ہر عورت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ تمدن و معاشرت کا بہترین اساس سیاست مدن روحانیت اتم کا بکلی لحاظ ہے۔ بسردست میں یہی پر زور دوں گا کہ یار سے قرآن سے متنفر نہ ہو جاؤ۔ بلکہ اندر داخل ہو کر مشاہدہ کرو کہ آج کل کی مسموم ہواؤں اور وباؤں کا علاج بتایا گیا ہے یا نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے خدا کی کتاب بس ہے۔ قرآن خود فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بطور وعید قیامت کو فرمائیں گے کہ افسوس کہ میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے آمین

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ

قرآن کا مقام اول علم باریتعالیٰ ہے، پھر لوح محفوظ پھر قلب مطہر جناب خاتم الانبیاء احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم!۔

قرآن کی عظمت کا اس سے اندازہ لگانا چاہیئے کہ یہ جس کا کلام ہے وہ خود کیسا ہے؟؟؟

انسان جس طرح خلاصۂ کائنات ہے اسی طرح قرآن انسان کے پیدا ہونے کی غرض و غایت کا ملخص ہے اور بغیر اس کے انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔

پس اذا انسان اپنی ہستی پر غور کرے اور قرآن سے اپنے انکار کو دیکھے اور اس کے انجام کو سوچے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ

عبدیتِ الٰہی

اصحابِ کہف

قرآن مجید کا یہ عجیب و غریب قصہ ہے جسے سمجھ لینے سے ایمان کس طرح محفوظ رکھتی ہیں اور یہ بندے کس طرح اپنی عبدیت کے رشتے کو قائم رکھنے کیلئے کس طرح سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں پھر ان کا آقائے حقیقی انکی کس طرح امداد فرماتا ہے یہ سب کچھ اصحاب کہف کے قصے میں موجود ہے۔

اس قصے کے محیر العقول نتائج میں سے ایک نتیجہ یہی ہے جسکو قرآن مجید میں ذات باری تعالیٰ عز شانہٗ نے فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا۔ اس طرح ہم نے انکی قوم کے لوگوں کو مطلع کر دیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ مدیر

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝

اے صاحب قرآن کیا تو ایسا خیال کرتا ہے کہ غار اور کتبے والے یعنی اصحاب کہف ہماری قدرت کی نشانیوں میں ایک عجیب نشانی تھے؟ یہ کیا دنیا کے معمولی واقعات اور معمولی مخلوق سے بھی ہماری قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہیں۔

"ایک زمانے میں چند نوجوان غار میں جا بیٹھے اور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر اپنی جناب سے رحمت نازل فرما اور جس ارادے سے ہم یہاں پوشیدہ ہوئے ہیں اس میں کامیاب فرما۔

ہم نے انکی دعا کو قبول کیا اور کئی برس تک اس غار میں انکو سلا دیا اسکے بعد پھر جگایا تاکہ انکے سونے کی مدت ظاہر ہو جائے۔

اصحاب کہف کا قصہ

اصحاب کہف کے قصے کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ٥ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ٥ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ٥

اے صاحبِ قرآن! اصحابِ کہف کا قصہ ہم تم سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو صدقِ دل سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور ہم نے بھی ہر روز اُن کے ہدایت میں زیادتی ہی کی۔ ان کے دلوں پر استقلال کی گرہ لگادی کہ جب اُن کو غیر خدا کی پرستش پر مجبور کیا جانے لگا تو انہوں نے صاف انکار کردیا اور ہجرت پر آمادہ ہوگئے کہ ایسی بستی میں رہنا بھی گناہ ہے جس میں خدا کی نافرمانی پر مجبور کیا جائے ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ لہٰذا ہم تو اللہ کے سوا ہرگز ہرگز کسی کا کلمہ نہیں پڑھیں گے کیونکہ یہ بڑی ہی بیجا بات ہے۔

افسوس ہے ہماری قوم کے لوگوں پر جنہوں نے خدا کے سوا اور معبود اختیار کر رکھے ہیں حالانکہ اُن کے معبود ہونے کا یہ لوگ کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکتے اور حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ بڑا جھوٹا بہتان ہے اس لئے ان لوگوں سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہے۔

بہرحال اُن نوجوانوں نے ان حالات کے تحت آپس میں طے کیا کہ جب ہم اپنی قوم کے لوگوں سے اور خدا کے سوا جن کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں اُن سے بیزار ہیں اور کنارہ کش ہو چکے ہیں تو اس بستی کو چھوڑ دیں اور چل کر کسی غار میں پناہ لیں ہمیں ہمارا پروردگار اپنی رحمت سے ڈھانپ لیگا اور ہمارے لئے سہولت کے سامان مہیا کردیگا۔

دقیانوس بادشاہ

کہتے ہیں کہ ملک روم کے دقیانوس بادشاہ نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اس کی بادشاہت میں بتوں کی پرستش کا عام رواج تھا اس نے ایک دوسرے ملک کے چند شہزادوں کو غلام بنا رکھا تھا اور مجبور کرتا تھا کہ یہی اس کے سامنے سر جھکائیں مگر اُن توحید پرست شہزادوں نے آپس میں صلاح کی کہ کسی دوسرے مقام کو ہجرت کر جائیں جہاں اپنے پیدا کرنیوالے معبود برحق

کی طرح کھو لگا آزادی کے ساتھ عبادت کر سکیں۔

دقیانوس ایک دن تخت پر بیٹھا خدائی کا دعویٰ کر رہا تھا اور لوگ اُس کے سامنے سجدہ بجا لا رہے تھے کہ اتنے میں ایک بلی اوپر کو کودی دقیانوس چونک پڑا اور ڈر گیا شہزادوں نے دل میں کہا اگر یہ ملعون خدا ہوتا تو اپنی مخلوق بلی سے کیوں ڈرتا۔

اسلحہ سپاہی ایک دن بھرے دربار ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں نمودار ہوا اور دقیانوس سے کہنے لگا کہ اے ملعون اگر تجھکو خدائی کا دعویٰ ہے تو سب سے ادنیٰ جانور مکھی ہے اس کو پیدا کر دے تو ہم سمجھیں کہ تیرا دعویٰ حق ہے۔ دقیانوس نے بہانہ کیا اور کہا کہ ہم ایسا حقیر جانور پیدا کرنا پسند نہیں کرتے۔ فرشتے نے جواب دیا کہ خالق کل شئی نے اس کو جو پیدا کیا ہے تو اس میں بھی حکمت ہے کہ خدائی کے جھوٹے دعویداروں کا اس کے نہ پیدا کر سکنے سے عجز ظاہر ہو۔ دقیانوس نے یہ سنکر ندامت سے سر جھکا لیا۔

ہجرت

شہزادے ایماندار تھے اُن کے ایمان میں ان واقعات سے اور بھی زیادتی ہوتی گئی اپنے طے ہوئے مقصد کے مطابق آخر ایک دن بادشاہ کے ساتھ گیند کھیلنے کھیلتے گھوڑا بڑھا کر دور نکل گئے شام کا وقت تھا کسی کو کچھ خیال نہ ہوا اور یہ رات بھر چل کر صبح کے وقت ایک پہاڑ کی کھوہ میں داخل ہو گئے چونکہ گھوڑے سے اتر کر پیدل چلے تھے اس لئے تکان سے چور چور تھے نیند نے غلبہ کیا اور تھک کر ایک غار میں سو رہے۔

عجیب و غریب معاملات کا اظہار

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ

يَرْجُمُوكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا

اور جس طرح سے ہم نے اپنی قدرت سے اُن کو سُلا دیا تھا اسی طرح جگا اُٹھایا بھی تاکہ آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ چنانچہ جاگنے کے بعد انہیں میں سے کسی نے کہا بھائیو تم لوگ غار میں کتنی مدت تک رہے انہوں نے جواب دیا کہ ہم بہت سوئے ہونگے تو ایک دن یا اس سے بھی کم۔ مگر اسکا فیصلہ نہ ہو سکا اور آخر کار اللہ کی طرف رجوع ہوئے یعنی اس بات کا اقرار کیا کہ اس بات کو ہم نہیں جانتے خدا ہی جانتا ہے کہ ہم لوگ کتنی مدت سے اس غار میں ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

چونکہ یہ لوگ بہت طویل مدت تک سوئے تھے اسلئے بیدار ہوئے تو بھوک کا شدید غلبہ تھا اسلئے فیصلہ ہوا کہ اب اپنے میں سے ایک شخص کو سکہ دیکر شہر کی طرف بھیجنا چاہئے تاکہ بقدر ضرورت اچھا کھانا لیکر چپکے سے چلا آئے اور کسی کو ہماری خبر نہ ہونے پائے کیونکہ اگر ہماری قوم کے لوگ ہماری خبر پا جائیں گے تو آکر سنگسار کر دینگے یا پھر اپنے دین میں لوٹانے کیلئے سختی کرینگے اور اگر ایسا ہوا تو ہم ہرگز فلاح کو نہیں پا سکیں گے۔

بہرحال ان میں ایک شخص جسکا نام یملیخا تھا وہ سکے لیکر کھانا لانے کو روانہ ہوا۔ مگر ہر چیز اس کیلئے نئی تھی، راستے مکانات کوئی بھی پہلے جیسے نہ تھے، شہر کے دروازے پر پہنچا تو لکھا دیکھا لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ اور شہر میں داخل ہوا تو بتخانوں کی جگہ پر کلیسا نظر آئے دو شخصوں کو دیکھا کہ ایک بجز مسیح کا اور دوسرا اللہ کی قسم کھا رہا ہے اور کچھ لوگ انجیل مقدس کی تلاوت کر رہے ہیں، بے دینی کی جگہ پر دینداری کا چرچا ہے۔

یملیخا بار بار آنکھوں کو ملتا اور خیال کرتا کہ کہیں میں خواب میں تو نہیں ہوں آخر ایک رات میں اتنا انقلاب عظیم کیونکر ہو گیا۔

اسی حیرت میں ایک نانبائی کی دکان پر گیا پہلے پوچھا کہ اے بھائی تمہارے بادشاہ کا کیا نام ہے اس نے کہا عبدالرحمٰن یہ سنکر یملیخا بہت خوش ہوا اور کہنے لگا اگر تو سچ کہتا ہے تو بیشک توحید پرست ہے یہ درہم لے اور اسکے بدلے مجھکو کھانا دے۔ نان بائی نے جب درہم لیے تو دیکھا کہ وزن بھی اس کا زیادہ ہے اور کسی سابق زمانے کا ہے نان بائی بولا کہ اے شخص تو نے شاید قدیم زمانے کا خزانہ کہیں سے پایا ہے میں اس کی خبر بادشاہ کو کرتا ہوں، یملیخا نے کہا نہ تو میں نے خزانہ پایا ہے

کسی غیر کا مال چھین لیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے اپنی کھجوریں بیچی تھیں اس کی قیمت کے یہ درہم ہیں اور اس بات کو ابھی
کچھ مدت بھی نہیں ہوئی۔ تیسرا دن ہے کہ میں اس شہر سے نکلا ہوں اور لوگوں کو دقیانوس بادشاہ کی عبادت کرتے ہوئے چھوڑ گیا ہوں۔
نان بیز نے خفا ہو کر کہا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے دقیانوس کو مرے ہوئے تین سو نو برس گزر چکے ہیں اور ایسے
ظالم کا تو نام لیتا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اس بحث میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور آخر کار یملیخا نسطوس قاضی
کے پاس حاضر کیا گیا قاضی نے واقعہ سنا تو اسکو بھی یہی گمان ہوا کہ یہ کہیں سے پرانے زمانہ کا خزانہ لایا ہے یملیخا نے اس
بات سے انکار کیا اور کہا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں اور فلاں محلے میں مکان ہے قاضی نے دریافت کیا تو اسکا کچھ پتہ نہیں
چلا آخر کار یہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا بادشاہ کو بھی یہی خیال گزرا کہ اسنے دقیانوس کے وقت کا کوئی خزانہ پایا ہے
اسلئے اُس نے بھی یہی کہا کہ تجھ سے ہم سارا کا سارا خزانہ نہیں چھینتے اس میں سے صرف پانچواں حصہ دیدے جو ہمارے
قانون کے مطابق ہے یملیخا جانتا تھا کہ اسکے ساتھ یہ کیا معاملہ گزر رہا ہے اسنے بادشاہ سے بھی وہی کہا جو اب تک دوسروں
سے کہہ چکا تھا۔ بادشاہ نے پھر کہا اگر تو سچا ہے تو بتا کہ تجھے کوئی یہاں پہچانتا بھی ہے یملیخا نے کہا ہاں اور پھر ایک
ہزار آدمیوں کے نام بتا دیئے۔ بادشاہ نے حضار مجلس کی طرف دیکھا سب نے ہاتھ باندھ کر کہا یہ نام ہمارے زمانے
کے نہیں ہیں اور اب ان ناموں کا ایک شخص بھی ہمارے شہر میں نہیں ہے یہ نام اگلے وقتوں کے ہیں۔ اب گھر کی باری
آئی بادشاہ نے یملیخا کے آستانہ پر اپنے آدمی بھیجکر گھر دریافت کرانا چاہا معتمدان سلطانی ساتھ ہو لئے اور گلی
کوچہ ہوتے ہوئے یملیخا ایک حویلی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ یہ میرا مکان ہے حالانکہ اس شہر میں اس وقت
اس سے زیادہ کوئی بلند مکان نہ تھا۔ دروازے پر دستک دی گئی تو ایک نہایت ہی ضعیف سن رسیدہ جس کی پلکیں تک سفید
ہو گئی تھیں گھر سے باہر نکلا اور خلقت کا ہجوم دیکھکر گھبرایا اور کہنے لگا کہ تم لوگوں نے ہمارے گھر کو کس سبب سے گھیرا ہے
معتمدان شاہی نے حقیقت حال سے اس کو آگاہ کیا اور کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ گھر اس کا ہے۔ پیرمرد یہ سنکر غصہ
میں آیا اور یملیخا سے پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے یملیخا نے اپنا نام بتایا تو بوڑھے نے کہا پھر تو نام لیا اسنے
پھر اعادہ کیا اسی وقت شیخ بے ساختہ اسکے قدموں پر گر پڑا اور بولا کہ یہ میرا دادا ہے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ

ان نو جوانوں میں سے ایک ہے جو دقیانوس کے خوف سے خدا کی طرف بھاگ گئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے قصہ کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ عنقریب زندہ ہوں گے۔

اس واقعہ عجیب کی بادشاہ کو خبر ملی تو وہ سوار ہو کر حاضر ہوا اور یملیخا کو دیکھتے ہی گھوڑے سے کود کر بغلگیر ہوا اور اس کے علاوہ جو لوگ تھے یملیخا کا ہاتھ پاؤں چومتے تھے انجام کار یملیخا سے باقی ہمراہیوں کا حال دریافت کیا تو اس نے مفصل بیان کیا اور کہا کہ وہ غار میں ہیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ اس شہر کے دو بادشاہ تھے ایک مسلمان توحید پرست اور دوسرا نصرانی تثلیث پرست دونوں یملیخا کو لے کر اس غار پر حاضر ہوئے یملیخا نے قریب پہنچ کر کہا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ سب لوگ ہجوم کر کے یکبارگی غار کے اندر نہ آجائیں دور ہی ٹھہرے رہیں کیونکہ ہمارے ساتھیوں کو دقیانوس کا خوف لگا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ لوگوں کو دیکھ کر وہ یہی خیال کریں کہ کوئی نقصان پہنچانے آئے ہیں میں اندر جا کر ان سے سارے واقعہ کا اظہار کرتا ہوں اس کے بعد آپ لوگوں کو بلاؤں گا۔ بادشاہوں نے اس رائے کو پسند کیا اور یملیخا تنہا غار میں پہنچا ساتھیوں نے دیکھ کر کہا خدا کا شکر ہے کہ تو دقیانوس کے شر سے صحیح و سالم واپس آیا یملیخا نے کہا اس بات کو جانے دو بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم یہاں کتنی مدت تک سوتے رہے قولہ تعالیٰ لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ انہوں نے کہا ہم یا تو ایک دن پورا یا ایک دن سے بھی کچھ کم سوئے یملیخا نے کہا نہیں بلکہ تم تین سو نو برس سوئے ہو۔ دقیانوس مر گیا اب تمہارے شہر کا ایک مسلمان اور ایک نصرانی بادشاہ ہے وہ دونوں تمہاری ملاقات کو آئے ہیں۔ سب نے کہا یملیخا کیا تم چاہتے ہو کہ ہم دنیا میں انگشت نما ہوں اور ہماری وجہ سے فتنہ و فساد پھیلے یملیخا نے کہا آخر کیا ارادہ ہے۔ سب نے کہا تم آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاؤ ہم بھی ہاتھ اٹھاتے ہیں غرض سب نے مل کر ہاتھ اٹھائے اور جناب باری میں عرض کی خدایا ہم تھک گئے اور کچھ نہیں چاہتے مگر ہماری یہ خواہش ہے کہ ہماری روحوں کو قبض کر لے اور کسی کو ہمارے حال سے آگاہ نہ کر بارگاہ ایزدی میں انکی دعا قبول ہوئی اور ملک الموت نے انکی روحیں قبض کر لیں اور غار کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا۔ جب یملیخا کو بہت عرصہ گزرا تو دونوں بادشاہ گھبرا کر غار کے پاس آئے اور کئی روز تک اس کے ہر چہار طرف دروازے کی تلاش میں رہے مگر کچھ پتہ نہ چلا سب کو تعجب ہوا اور

حیران رہ گئے اور اُن کا حال محلِ عبرت بن گیا۔ واقعہ چونکہ عجیب و غریب اور عظیم الشان تھا اسلئے اسکی یادگار قائم کرنیکا خیال ہوا۔ اب بحث چھڑی کہ اس مقام پر کس کی طرف سے یادگار بنائی جائے یا عبادتخانہ بنایا جائے۔ نصرانی بادشاہ کا خیال یہ تھا کہ یہ ہمارے دین پر تھے اسلئے ہم یہاں کلیسا بنائیں گے اور مسلمان بادشاہ کا کہنا تھا کہ نہیں یہ مسلمان تھے اسلئے ہم مسجد بنائیں گے

قولہ تعالیٰ۔ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا۔

اصحابِ کہف کی گنتی اور سگِ اصحابِ کہف

اصحاب کہف کتنے تھے انکی گنتی تو خدا ہی کو معلوم ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر سے چلے تو پیچھے ایک کتا بھی ہو لیا تھا۔ ان لوگوں نے بہت چاہا کہ اسکو بھگا دیں مگر اس نے پیچھا نہ چھوڑا مجبور ہو کر رہنے دیا۔ انکے ساتھ وہ بھی غار میں داخل ہو گیا تھا اور جو معاملہ ان کے ساتھ گزرا وہ بھی اسمیں برابر کا شریک رہا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔ "اے مخاطب اگر تو اصحاب کہف کو ایسے وقت دیکھے جبکہ آفتاب نکل رہا ہو تو اُن کے غار سے داہنی طرف کو بچا ہوا رہتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو کترا جاتا ہے اور یہ بات غار کی تنگی کی وجہ نہیں بلکہ وہ تو بہت کشادہ ہے بلکہ اسلئے کہ وہ آفتاب کی تمازت سے محفوظ رہیں اور روشنی بھی ملتی رہے جس میں آرام سے سوتے رہیں سو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جسکو خدا ہدایت دے وہی راہ راست پر رہتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے تو اسکا کارساز اور راستہ دکھلانے والا کوئی نہیں۔ اور اے مخاطب اصحاب کہف اس حال میں اپنے غار کے اندر پڑے سوتے رہیں اگر تو ان کو دیکھے تو سمجھے کہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم انکو دائیں بائیں کروٹیں بھی بدلواتے ہیں اور انکا ایک کتا بھی ہے جو غار کے در پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اگر اے مخاطب اس حال میں تو ان کو غار کے اندر جھانک کر دیکھے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی صورت حال کا ایسا رعب ہو کہ تجھ میں ایک دہشت سما جائے"۔

محبتِ الٰہی

عشق اور محبت

(مولانا مولوی صوفی سید شاہ عبدالقادر صاحب شمس آبادی)

يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کا خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو خدائے پاک کے ساتھ محبت کے معاملہ میں برابر تولتے تھے لیکن ایمان والوں کا معاملہ اس کے برعکس تھا کیونکہ ان کو خدائے پاک کے ساتھ محبت زیادہ تھی۔

مگر آیۂ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جسطرح اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے، اہلِ شرک بھی محبت رکھتے ہیں صرف کمی اور بیشی کا سوال باقی رہجاتا ہے اور یہی چیز اصل محبت قرار پاتی ہے۔

مشرک خدا کو بھی چاہتا ہے اور بتوں کو بھی۔ لیکن ایماندار خدا کی محبت میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اسکے سمع و بصر میں جز اس کے سوا کسی کا شہود ہی نہیں۔ حدیث حبک الشی یعمی ویصم کی پوری تصدیق یہیں ہوتی ہے اور اسی شدید محبت کا نام عشق ہے۔

قرآن پاک میں عشق کا لفظ مستعمل نہیں ہوا ہے بلکہ اسکی تعبیر اشد حبًا سے کیگئی ہے۔ گویا زیادتی محبت خود عین عشق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبت جب دل کو ڈھانپ لیتی ہے تو اس محبت کا نام عشق قرار پاتا ہے جیسے آپنے پانی میں غوطہ مارا تو ہر طرف سے پانی کا احاطہ آپکے وجود پر ہو چکا اب جس طرف بھی دیکھیے پانی ہی پانی ہو گا اور اینما تولو فثم وجہ اللہ کے یہی معنی ہیں۔

فانی فی الحق

مومن بذریعہ عشق یعنی اشد اور افراط محبت کے فانی فی الحق ہوجاتا ہے اسکے کان آنکھ سر سے پیر تک بند ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے کو نہیں پاتا ہے۔ وہ مقام ہے جہاں فانی فی الحق کا درجہ نصیب ہوتا ہے۔

مثال

قرآن مجید میں ذاتِ باری تعالیٰ عز اسمہ نے اسی معنی میں زلیخا کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا۔ زلیخا کے دل کو محبت کے پردے نے ایسا ڈھانک لیا کہ گویا محبت اس کے دل کی شغاف

بن گئی اور شغاف اس جھلی کو کہتے ہیں جو دل کے اوپر منڈھی ہوئی رہتی ہے۔ اور دل اس جھلی میں بند رہتا ہے
تو گویا محبت زلیخا کے دل کی شغاف بن گئی مراد یہ کہ قرآن نے زلیخا کو محبت کی چادر میں ہر طرف سے ڈھکا ہوا بتایا
مومن کی مثال بھی یہی ہونی چاہئے کہ خدائے پاک کے سوا اس کے دل میں کسی کی محبت گھر بنا ہی نہ سکے

مومن کے دل کی مثال آئینہ سی

مومن کے دل کی مثال آئینہ کی سی ہے جس کے اندر وہی تصویر پیدا ہوتی ہے جو حواس خمسہ کے ذریعہ اسکے اندر اترتی ہے۔ تو مومن کے جب حواس خمسہ میں ایک ذات وحدہ لاشریک کے سوا کسی کا جلوہ ہی نہیں ہے تو کسی غیر کی صورت کا عکس اس کے دل کے آئینہ میں کیونکر پیدا ہو سکیگا محبوب تو وہی ہوتا ہے جو دل میں مکین اور دل میں وہی ہوتا ہے جو محبوب ہوتا ہے پس مومن کے لئے اللہ کے سوا دوسرا کون محبوب ہے۔

معلوم ہوا کہ دل میں شئے جو آتی ہے وہ حواس خمسہ کے دروازوں سے آتی ہے اور مومن وہ ہے جسکے دل کا دروازہ اللہ تعالی کی محبت کے سوا سب کیلئے بند رہتا ہے تو جب غیر کیلئے دروازہ ہی بند ہے تو مومن کے دل میں غیر کا آنا محال ہے لہذا مومن کے دل میں خدا ہی خدا ہوگا کیونکہ خدا ہی اس کا محبوب خدا ہی اسکا معشوق خدا ہی اسکا مطلوب اور خدا ہی اسکا مقصود و مراد ہے۔

خدا اور غیر خدا کی محبت

ہم نے یہ بتلایا ہے کہ دل میں جس شئے کا جلوہ ہوتا ہے وہی محبوب بنتی ہے لیکن دل میں بعض وقت ایک صورت آتی ہے اور نکل جاتی ہے پھر دوسری آتی ہے پھر تیسری آتی ہے اسی طرح متعدد شکلیں دل کے اندر آتی اور جاتی رہتی ہیں اور یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دل کے اندر دو صورتوں کی بیک وقت گنجائش نہیں ہے جس وقت جو شئے دل کے اندر ہوگی وہی دل کی مالک و مختار ہوگی دل کے اندر آئی ہوئی صورت جب تک از خود نکل نہ جائے یا نکالی نہ جائے دوسری شئے کی سمائی نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ جب دل میں غیر خدا کی محبت ہے تو خدا کی محبت جمع نہ ہوگی یا اگر خدا کی محبت ہے تو غیر خدا کی محبت باقی نہ رہیگی تو دل میں خدا ہے تو غیر نہیں ہے اور اگر غیر ہے تو خدا نہیں ہے اس کو قاعدہ کلیہ کے طور پر تسلیم کر لینا چاہئے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ خدا و غیر خدا دونوں کی محبت کو برابر برابر سمجھتے ہیں یعنی نہیں ہیں کہ ایک ہی ان میں دل کو اندر اپنے اپنے محبوب کے سامنے بہت سی چیزیں ہوتی ہیں بھی سمجھنا ہر بات پر کہ ایک شخص میں بعض تعلقات ایسے ہیں کہ وہ کام نہیں کر سکتے۔ اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے جب یہ بات ہے تو ظاہر ہے کہ محبت اور تضاد دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا محال ہے لیکن قرآن مجید میں یہ حکم کہ قلب سے موجود ہے

جسکا مطلب دونوں محبتوں کا برابر برابر ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اسکا یہ مطلب ہے کہ کبھی بت کی صورت دل میں آجاتی ہے اور کبھی خدا کی اور یہی شرک ہے اور جسکے دل میں کبھی خدا ہو اور کبھی غیر خدا وہ مشرک ہے۔ پس صاحبِ دل یہاں سے اپنا تصفیہ کر سکتا ہے کہ وہ مومن ہے یا مشرک۔

مومن و مشرک مومن وہ ہے جس کے دل میں خدا کے سوا کسی کی محبت نہ ہو بلکہ اسکی توجہ کسی آن بھی غیر خدا کی طرف نہ ہو۔ اور مشرک اسکو سمجھنا چاہیے جسکے دل میں کبھی خدا ہو اور کبھی غیر خدا۔ اسکا دل کبھی خدا کی طرف متوجہ ہو اور کبھی غیر خدا کی طرف اور یحبونہم کحب اللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مشرک کے دل سے اپنی محبت کی نفی نہیں کی ہے نہیں فرمایا کہ مشرک مجھ سے محبت نہیں رکھتے بلکہ مجھ سے محبت اتنی ہی رکھتے ہیں جتنی کہ بتوں کی۔ اور لطف یہ ہے کہ مشرک حق تعالیٰ کے اس فرمان مقدس کے بموجب خدا اور غیر خدا دونوں سے برابر برابر محبت رکھتا ہے اور پھر بھی مشرک ہے اور اگر غیر خدا کی محبت غالب ہو تو نہیں معلوم کہ اسکا نام قرآن کی اصطلاح میں خدا کے نزدیک کیا ہے۔ آپ بتائیے کہ آپ اپنی بال بچے، مال و دولت، عزت و آبرو، جاہ و ثروت وغیرہ اور خدا پاک کی محبت ہموزن رکھتے ہیں یا کم و بیش۔ اگر ہموزن ہے تو آپ مشرک ہیں اور خدا کی محبت غالب ہے تو مومن اور خدا نخواستہ اگر کہیں غیر خدا کی محبت غالب ہے تو ہم کو آپ کا نام نہیں معلوم۔ کیونکہ مرتد، زندیق، منافق اور کافر و مشرک کے الفاظ تو قرآن مجید میں ملتے ہیں لیکن اس کیلئے کوئی لفظ ہی نہیں۔

ایک اور شبہ کا ازالہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی امر کی کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا اور حقیقت شریعت بھی یہی ہے۔ اسلئے یہاں سے اس شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے کہ النکاح من سنتی، ان لزوجک علیک حق، ان لنفسک علیک حق اور الکاسب حبیب اللہ وغیرہ کا کیا مطلب ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ توجہ الی الغیر جو احکامات قرآنیہ یعنی مرضیات اللہ کے خلاف ہو وہی ممنوع ہیں۔ اور جب آپ کی توجہ بامتثال احکام قرآن اپنی تجارت، اپنی نوکری، اپنی کاشتکاری یہاں تک کہ گائے بیل بکری وغیرہ کی طرف بھی ہے تو وہی توجہ الی اللہ ہے۔ اسیطرح اگر آپ نے بحکم قرآن کسی شے کی طرف سے رخ پھیر لیا ہے تو وہ بھی توجہ الی اللہ ہی ہوا کہ آپ کے محبوب حقیقی کا ہی شہود آپکے دل میں جاگزیں اور آپکے حواس خمسہ

ظاہری و باطنی پر مستولی ہے اور یہی الحب للہ و البغض للہ کا بھی مطلب ہے جو شرطِ ایمان بھی ہے۔

ایمان تحقیقی

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا حقیقی معنے جو منصوص کتاب و سنت ہے اور بزرگان دین کا دستور دنیا اور زندگی کا دستور العمل ہے۔ یہ دوسری وجہ اوپر کی بیان کی ہوئی پہلی وجہ سے بہت بلند اور اعلیٰ و ارفع ہے اس کا حصول ہی لا الٰہ الا اللہ کا تحقیقی ایمان ہے۔ ایسا مومن غیب سے شہود کے دربار میں آجاتا ہے۔ کل من علیہا فان کا جلوہ ہر آن اس کے پیش نظر ہوتا ہے اور یبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام کے خلوت خانہ خاص میں اس کی سکونت ہوتی ہے۔ قیامت کبریٰ اسی قائم کر لی ہوتی ہے اور اس کے دل کے اندر سے لمن الملک الیوم کی صدا بلند ہوتی ہے۔

مومن مذکورہ بالا دو ذریعہ سے ہی اشد حبا للہ کے درجہ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے یعنی ایک تو یہ کہ اپنی جملہ توجہات کی باگ حق تعالیٰ کے ارادے کے ہاتھ میں دیدی جائے دوسرے یہ کہ کلمۂ طیبہ کا تحقیقی ایمان حاصل کر لیا جائے۔ پہلا راستہ عوام کیلئے ہے اور دوسرا خواص کیلئے۔ بیانات سابق سے عشق کے باہمی امتیاز بھی ظاہر ہو چکے ہیں یعنی دل میں جوشش آ کر چلی جاوے محبت ہے اور جو متمکن ہو جائے وہ عشق ہے اور اسی کو قرآن کی اصطلاح میں اشد حبا یا قد شغفہا حبا سے تعبیر کیا گیا ہے اور عاشق و معشوق کی محبت کی حقیقت کرشمے یا ف م لوگوں نے بیان کئے ہیں اس سے عشق کے ہی کرشمے مقصود و متصور ہیں یعنی جب تک کہ محبت عشق کا درجہ حاصل نہ کر لیتی ہو تب تک وہ کرشمے وہ نیرنگیاں مثل نعرہ گداز و آہ و فغاں و نالہ و شیون اور شوق محبوب جو ہر ذرات کی صورتیں یعنی محبوب میں جلوہ گر ہو حاصل نہیں ہو سکتے کیونکہ اغوا محبت کے ہی معنی ہیں کہ محبوب محب کی ہر مناسب چیز میں اتر جاوے اور جملہ پر محبوب کا قبضہ ہو جاوے اور محب معطل بیکار اور مردہ بنجاوے جس کے متعلق مولانا رومی فرماتے ہیں

زندہ معشوق است و عاشق مردۂ   جملہ معشوق است و عاشق پردۂ

معشوق ہی زندہ ہے عاشق مردہ اور سب معشوق ہی معشوق ہے یعنی عاشق کے اندر جو کچھ ہے وہ جملہ معشوق ہی ہے گو ظاہر میں تو خود عاشق اور عملی معشوق کا وہی پردہ ہے اور اسی جذبہ کا نام عشق ہے اور ایسے محب کا نام عاشق اور ایسے محبوب کا نام معشوق

قرآن کے شیدائی

حبیب کلبیؓ

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا وَّیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ

اور جو کوئی اللہ سے ڈریگا اس کیلیے نجات کی راہ پیدا ہوجائیگی۔ اور اس کو ایسے رستہ سے رزق دیگا جو سمجھ میں نہیں آئے گا

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا اور غلہ نایاب ہوگیا یہاں تک کہ اگر کوئی اس کا لین دین کرتا بھی تو پوشیدہ طور پر۔ حبیب کلبیؓ جو نہایت حسین اور نوجوان مسلمان تھے اس فکر میں گھر سے نکلے کہ کہیں سے کچھ غلہ مل سکے تو خرید کر لے آئیں۔ اتفاق سے ان کا گزر ایک نصرانی کے گھر کی طرف سے ہوا نصرانی گھر پر موجود نہ تھا اس کی عورت جو نہایت خوبصورت اور جوان تھی اس کی نگاہ ان پر پڑ گئی وہ دیکھتے ہی فریفتہ ہوگئی اور اپنی لونڈی کو دوڑایا کہ اس جوان کو اندر بلالا اور کہہ اگر غلہ لینا چاہتا ہے تو اگر ہمارے پاس ہی خرید لے۔ لونڈی آئی اور ان سے کہا کہ اگر تم کو غلہ کی ضرورت ہے تو میری مالکہ کے پاس چل کر جتنا چاہو خرید لو۔ حبیب کلبی یہ سنکر لوٹے اور نصرانیہ کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔ نصرانیہ نے پھر کہلا بھیجا کہ اگر غلہ میں باہر نکالوں گی تو ہجوم ہوگا اس لیے بہتر ہے کہ تم اونٹ کو باہر باندھ دو اور خود اندر چلے آؤ۔ حضرت حبیبؓ نے ایسا ہی کیا اس کے بعد نصرانیہ نے لونڈی کو اشارہ کیا اور وہ باہر کا دروازہ جاکر مقفل کر آئی۔ اب نصرانیہ آراستہ ہوکر حضرت حبیبؓ کے پاس آئی اور ان کو فسق و فجور میں آلودہ کرنا چاہا۔ آپ کو جب اس کا بد ارادہ معلوم ہوا تو اٹھ کر دروازے پر آگئے تاکہ باہر نکل جائیں مگر دیکھا تو دروازہ کو مقفل پایا۔ ناچار اپنا سر در پر رکھ کر حیران کھڑے ہوگئے کہ اب کیا کریں۔

نصرانیہ نساب بھی ان کی پاک طبیعت کا اندازہ نہیں کیا اور پیچھے سے آکر کہنے لگی کہ اے شخص تو بھی جوان اور حسین ہے اور میں بھی جوان اور شکیل ہوں، اتفاق سے گھر بھی خالی ہے، میرا خاوند سفر کو گیا ہے ایسا موقع ہمیشہ ہاتھ نہیں آیا کرتا۔ غنیمت جان اور آ کہ ہم اور تو باہم وصال کے مزے لوٹیں اور عیش و عشرت میں مصروف ہوں غلہ اور مال بہت ہے کچھ دن بے فکری کے ساتھ بسر ہوگی جب میرا خاوند آئیگا تو تو بھی اپنے گھر چلے جانا۔

حضرت حبیب کلبیؓ نے نصرانیہ کی گفتگو سنکر فرمایا کہ اے ماں مجھ سے کسی حال میں خدا کی نافرمانی کا کوئی کام نہ ہوگا۔ وہ بولی اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو چھوکریوں کو حکم دوں گی کہ کوٹھے پر چڑھ کر پکاریں کہ لوگو ایک نوجوان مکر سے گھر میں گھس آیا ہے اور بری نیت رکھتا ہے تاکہ میری مالکہ کی عصمت میں فرق آوے یہاں تک کہ یہ خبر تمہارے رسول تک پہنچے گی اور تم تمام مدینہ میں فضیحت ہو گے۔

حبیب کلبیؓ نے جواب دیا کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میری جان قربان ہو میں نہ دنیا میں رسوا ہونا چاہتا ہوں نہ عاقبت میں، نصرانیہ بولی کہ میں تجھ کو لونڈیوں سے پریشان کراوں گی ورنہ میری رضامندی قبول کر۔

حبیب کلبیؓ نے کہا تیرا جو جی چاہے کر مگر مجھ سے یہ نالائق کام کبھی نہ ہو سکے گا۔

عورت نے دامن پکڑ لیا اور مجبور کرنے پر آمادہ ہو گئی حضرت حبیبؓ نے کہا ذرا صبر سے کام لے میں جائے ضرور کو جانا چاہتا ہوں وہاں سے فارغ ہو کر آؤں، عورت نے جگہ بتا دی طشت و آفتابہ رکھوا دیا اور سمجھی کہ اب مطلب برآری کا وقت آگیا ہے اس لئے مطمئن ہو کر بیٹھی۔ ادھر یہ حجرے میں گئے تو مکر سے چھری نکال کر اپنا عضو تناسل کاٹنا چاہا۔ چھری ایسی کند ہو گئی کہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے یہ حال دیکھکر بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اٹھایا اور کہا خداوندا حبیبؓ کے اختیار میں تھا کر چکا اب تیری دستگیری اور تیرے فضل کا امیدوار ہے۔

حضرت حبیب کی یہ دعا مقبول ہوئی، حجرے کی دیوار پھٹ گئی اور یہ باہر نکل کر اپنی اونٹنی کے پاس آئے، دیکھا تو اونٹ غلّہ لدا کھڑا ہے سوار ہو کر گھر واپس آ گئے اور اُس وقت یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

ایک دوسرا واقعہ

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی مقام کے حکومت کی خدمت طلب کی۔ امیر المؤمنین نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تو نے قرآن بھی پڑھا ہے، یہ آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی کہیں کے حاکم ہونے کی خدمت طلب کرتا تو آپ اس سے یہی سوال کیا کرتے تھے کہ تجھکو قرآن بھی یاد ہے یا نہیں۔

شخص مذکور نے جواب دیا کہ میں نے قرآن کو نہیں پڑھا ہے، آپ کا ارشاد ہوا جا اور قرآن پڑھنے کے بعد میرے پاس آ اُس وقت تجھکو کہیں کا حاکم بنایا جا سکیگا۔ قرآن کا جاننا تجھکو اسلئے ضروری ہے کہ اسکے مطابق تجھکو حکومت کرنا ہوگی اور جب تو قرآن سے ہی واقف نہ ہوگا تو حکم کیونکر کر سکیگا۔

سائل بارگاہِ رسالت سے رخصت ہو کر گھر پہنچا اور قرآن کے سیکھنے میں مشغول ہو گیا مگر ایک عرصہ گزر گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

حضرت امیر المؤمنین ایک روز کہیں تشریف لیجا رہے تھے کہ اتفاقاً اس شخص سے ملاقات ہو گئی، آپ نے پوچھا کہ اے فلانے ہم سے ملنا کیوں ترک کر دیا، اُس نے جواب دیا کہ یا امیر المؤمنین آپ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی آپ سے ملنا ترک کرے مگر مجھے قرآن میں ایک ایسی آیت ملگئی ہے جس نے آپ سے بے پرواہ کر دیا۔ امیر المؤمنین نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے تاکہ میں بھی سنوں، اُس نے کہا یا امیر المؤمنین سماعت فرمائیے وہ آیت شریفہ یہ ہے۔

ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب